اصحابؓ رسول ﷺ کی عزت و ناموس کا ترجمان

خصوصی شمارہ نمبر 1 جلد 2

سلسلہ وار

نظام خلافت راشدہ

خیرپور سندھ

خصوصی شمارہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ



وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

عظمت صحابہؓ کی تاریخ ساز جدوجہد

مصائب و آلام جیلیں ہتھکڑیاں

لازوال خطابت بے مثال شجاعت

منافقت کے خلاف فیصلہ کن معرکہ

حضرۃ العلامہ امیرِ عزیمت

حق نواز جھنگوی شہیدؒ



قصیدہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

ایک اک آیت قرآں سے محبت کرنا
جھنگ والے نے بتایا ہے بزبان جرات
اس نے جو لفظ بر سینہ صحرا لکھا
اس نے ایماں کی چمکتی ہوئی پیشانی پر
وہ تھا باطل کے گریباں کو پکڑنے والا
اہل تدبیر تھے حیراں آخر ہے یہ کون؟
اُس کے اعجازِ خطابت کا نرالہ انداز
سحر انگیز تھا اسلوبِ تکلم اس کا
وہ جیا دین کی شوکت کا مبلغ بن کر
وہ جیا ختم نبوت کا مبلغ بن کر
اس نے صدیقؓ کی عظمت سے محبت کی ہے
اس نے عثمان کی عفت سے محبت کی ہے
ہم کو جو جھنگوی سے محبت ہے یہ اس کا حق ہے

جان پر کھیل کر اظہار صداقت کرنا
زندگی کیا ہے، تمنائے شہادت کرنا
مٹ سکے گا نہ ہواؤں سے کچھ ایسا لکھا
خون سے اپنے، صحابہؓ کا قصیدہ لکھا
جنگ سچائی کی وہ للکار کے لڑنے والا
ان کی چالوں کو شکنجے میں جکڑنے والا
اس کا اعجاز، ہر اک دل پہ اترتی آواز
اس کے لہجے میں بڑا سوز تھا سوز میں آواز
وہ جیا حکم شریعت کا مبلغ بن کر
ہر صحابی کی صداقت کا مبلغ بن کر
اس نے فاروقؓ کی عزت سے محبت کی ہے
اس نے حیدرؓ کی شجاعت سے محبت کی ہے
حق تو یہ ہے کہ کچھ اس سے بھی زیادہ حق ہے

(شاعر رحیم صدیقی)

صحابہؓ رہبر
محمدؐ پیغمبر
اللہ اکبر

یا اللہ جل جلالہ مدد

صحابہؓ ہمارے بڑی شان والے
محمدؐ ہمارے بڑی شان والے

خلیفہ چہارم علی المرتضیٰؓ
خلیفہ سوم عثمان غنیؓ
خلیفہ دوم عمر فاروقؓ
خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ

اللہ جل جلالہ
حقیقی وارث

02134914596
0333-2882832

ہدیہ 20 روپے
اسلامی یا اللہ مدد کیلنڈر

ناموسِ صحابہ و اہلِ بیت کے تحفظ کا علمبردار

سلسلہ وار

نظامِ خلافتِ راشدہ

خیرپور سندھ

بانی

قائد اہلسنت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ

جامعہ حیدریہ خیرپور سندھ

فروری 2011 شمارہ نمبر 1

جلد نمبر 2

بیاد

حضرت العلامہ مولانا امیرِ عزیمت حق نواز جھنگوی شہیدؒ

حضرت العلامہ مولانا امیرِ عزیمت اسلام ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

حضرت العلامہ مولانا شہیدِ ناموسِ صحابہؓ محمد اعظم طارق شہیدؒ

فہرست

فی شمارہ 30 روپے سالانہ -/400 روپے

پبلشر نظامِ خلافت راشدہ فاونڈیشن اعظم کالونی لقمان خیرپور سندھ

khelafaterashida@yahoo.com
tahirsmi@gmail.com

فرمان الٰہی عزوجل

جو لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام مخلوق سے بہترین ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ابدالآباد تک ان میں رہیں گے جو ان (صحابہ) سے خوش ہیں اور وہ اللہ سے خوش ہیں یہ (صلہ) ان کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہے۔ (پارہ:20)



فرمان رسول ﷺ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:
میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرنا کیونکہ وہ تم سے بہتر ہیں اور جس کو جنت کا وسط پسند ہو تو وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے منسلک ہو جائے اس لیے کہ الگ رہنے والے کے ہمراہ شیطان ہوگا۔
(مشکوٰۃ ص:554)

اصحاب رسول رضی اللہ عنہم

خدائی فیصلہ

آپ نے دیکھا جن لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیوقوف کہا اللہ تعالیٰ نے خود انہی کو بیوقوف اور احمق قرار دیا، اس قرآنی اصول کا تقاضا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے مخالفین جن الفاظ سے یاد کریں گے ہم ان کو انہی لفظوں میں پکاریں گے۔ یہ خدائی سنت اور منشائے قرآن ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قدیم روافض نے صرف بیوقوف کہا لیکن جدید روافض اور خمینی کے پیروکاروں نے ان مقدس ہستیوں کو کافر، منافق، مرتد، جہنمی شیطان العیاذ باللہ دنیا کی غلط سے غلیظ ترین گالیاں دی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم شیعہ کو انہی الفاظ سے یاد کرتے ہیں ہمارا یہ انداز ذاتی یا اختراع شدہ نہیں بلکہ قرآنی اور خدائی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے سے خدا کا سارا دین باطل ہو جاتا ہے۔ آنے والے ان حالات سے خدا سے زیادہ کون واقف تھا۔ اس ہستی نے 1400 سو سال قبل ہی منافقین مدینہ اور روافض قدیم کے اعتراضات کو صرف اسی جامع پیرائے میں آخری نکتے تک پہنچا دیا ہے کہ اگر قرآن کریم میں صرف یہی آیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفائی میں نازل ہوتیں اور اس کے علاوہ کوئی حکم ان کے تقدس پر شاہد نہ بھی ہوتا تب بھی ان کی عظمت و تقدس میں اس خدائی حکم کے بعد کسی مزید تاکید کی ضرورت نہ تھی۔
(از: اسلام میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی آئینی حیثیت)

فکر جھنگوی شہید رحمہ اللہ

شاید کوئی کہے تو اکیلا بولتا ہے اور کوئی نہیں بولتا جس نے ناموس اصحاب رسول کے موضوع پر محنت کی وہ بولا اور بولنے کا حق ادا کیا؟ محنت کی تھی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس بولنے کا حق ادا کیا؟ محنت کی تھی اس عنوان پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے، اس نے تحفہ اثنا عشری لکھ کر رفض کو وہاں گھسیٹ دیا جہاں سے اس نے جنم لیا تھا، محنت کی تھی اس عنوان پر امام اہلسنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ نے، اس رفض کو لوہے کے چنے چبوا دیے۔ محنت کی تھی اس عنوان پر علامہ دوست محمد قریشی نے، اس نے دنیائے رفض کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔ محنت کی تھی اس عنوان پر علامہ عبدالستار تونسوی رحمہ اللہ نے، دنیا اس کی تصدیق کرتی ہے دنیا اس کے علم و فہم کو مانتی ہے تو جس نے اس موضوع کو پڑھا اس نے آواز اٹھائی جس نے نہیں پڑھا اس کا اپنا جرم ہے۔ وہ کیوں آواز نہیں اٹھاتا جو جانتا ہے اس کو تو بولنا چاہیے (اقتباس تاریخی خطاب شکوہ جواب شکوہ، مظفر گڑھ)

علامہ فاروقی شہید نے فرمایا

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ، حضرت دین پوری رحمہ اللہ، حضرت درخواستی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کی روحیں آج خوش ہوں گی کہ ہم نے ان کے مشن اور نصب العین کا سودا نہیں کیا اور دنیوی عیش و آرام کے لیے صحابہ دشمنوں اور بے ضمیر حکومت کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ علماء دیوبند کی تاریخ پر دھبہ نہیں لگایا۔ ایک بھی دینی عالم اور اسلامی فرزند کو شرمندہ نہیں کیا ہے۔

پابہ زنجیر کرو یا دار پہ کھینچو ہم کو
ہم نے ہر دور کے آمر سے بغاوت کی ہے

(تاریخی خطاب سے اقتباس)

فرمودات اعظم طارق شہید رحمہ اللہ

ہم جب اسمبلی میں گئے ہم نے فوری طور پر ناموس صحابہ بل پیش کیا، اسمبلی میں تو میں اکیلا ہوں لیکن جب اخلاص ہو، مشن پر کوئی بندہ کاربند ہو، پھر وہ تنہا بھی ہو تو ہزاروں جیسا ہوتا ہے۔ ہم نے اپنے موقف کو اسمبلی میں پیش کیا۔ پچھلی قومی اسمبلی میں 35 آدمیوں نے بل پر دستخط کیے تھے اور جب بل قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو پورے ایوان نے اسے متفقہ طور پر پاس کیا لیکن اسمبلی ٹوٹ گئی، اب جب موجودہ اسمبلی بنی اور یہ بل جو پہلے چند سطروں پر مشتمل تھا آج تین صفحات پر مشتمل ہے۔ اس تفصیلی بل کو جب ہم نے اسمبلی میں پیش کیا تو 75 ارکان اسمبلی نے اس پر دستخط کیے۔ رافضیو! انتظامیہ کے لوگو! انتظامیہ میں گھسے رافضیوں کے گماشتو! ہم ہمارا راستہ کہاں کہاں روکو گے؟ عوام ہمارے ساتھ ہیں، نمائندے ہمارے ساتھ ہیں میدانوں کی جنگ بھی ہم جیت چکے ہیں ایوانوں کی جنگ بھی ہم جیت چکے ہیں۔
(از: جلسہ حق نواز شہید کانفرنس)

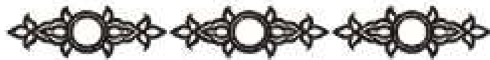
توہین رسالت کا قانون

پیپلز پارٹی کی حکومت کی طرف سے توہین رسالت قانون میں ترمیم کے لئے ایک بل وزیر مملکت شیریں رحمان کے ذریعے پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا۔ جس میں توہین رسالت قانون کے غلط استعمال کا بہانہ بنا کر اس قانون میں ترمیم کرنے کا جواز پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس بل کے خلاف ملک بھر کی تمام مذہبی، سیاسی، سماجی، لسانی اور علاقائی تنظیموں کی طرف سے زبردست احتجاج کیا گیا۔ تحفظ ناموس رسالت کے لئے باقاعدہ تنظیمیں قائم ہوئیں۔ ملک بھر میں احتجاج کے ساتھ ساتھ ملک گیر ہڑتالیں بھی کی گئیں۔ جس کے نتیجہ میں بظاہر پیپلز پارٹی کی حکومت نے پسپائی اختیار کر لی ہے وزیر اعظم جناب سید یوسف رضا گیلانی اور صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری نے باقاعدہ طور پر وضاحت کر دی ہے کہ توہین رسالت کے قانون میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ حکمرانوں کی اس وضاحت سے اپوزیشن اور حکومتی اتحادی جماعتیں مطمئن نہیں ہیں کیونکہ ناموس رسالت کے قانون میں تبدیلی حکمرانوں کا اپنا ایجنڈہ نہیں ہے بلکہ یہ غیر ملکی ایجنڈہ ہے جس کی تکمیل کے لئے موجودہ حکمرانوں کو استعمال کیا جا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ناموس رسالت کے قانون میں تبدیلی کا ترمیمی بل قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے بعد ہی توہین رسالت کے جرم میں سیشن کورٹ سے سزا یافتہ آسیہ بی بی کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے رہا کروانے کا برملا اظہار کیا تھا اور گورنر پنجاب نے اپنے منصب کی توہین کرتے ہوئے توہین رسالت کی سزا یافتہ مجرمہ کو نہ صرف اپنے ساتھ بٹھایا بلکہ اس کو ایوان صدر لے جانے کا اعلان بھی کیا تھا۔ ٹی وی پریس کانفرنس کے دوران اسکی سزا کو غلط قرار دے کر جہاں عدلیہ کے وقار کو مجروح کیا وہاں کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ کھیلنے کی بھی کوشش کی تھی۔ گورنر پنجاب کی اس تمام کاروائی میں انہیں ایوان صدر اور وزیر اعظم کی پوری آشیر باد حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنے اس فعل پر نہ کبھی ندامت محسوس ہوئی تھی اور نہ ہی انہیں صدر یا وزیر اعظم کی طرف سے شاتم رسول آسیہ بی بی کی حمایت کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اب صدر اور وزیر اعظم نے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم نہ کرنے کا اعلان کر کے پاکستان ہی نہیں دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کے دل کی آواز پر لبیک کہا ہے تو اس اعلان کے ساتھ ساتھ قومی اسمبلی سے توہین رسالت میں ترمیم کے لئے پیش کیا جانے والا توہین رسالت قانون کا بل بھی واپس لینے کا اعلان کر دینا چاہئے تا کہ عاشقان مصطفیٰ ﷺ کے خدشات کا ازالہ ہو سکے۔ اگر یہ بل واپس نہ لیا گیا تو پھر حکمرانوں کو عوامی غیض وغضب کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنے کی تیاری کر لینا چاہیے۔ جہاں تک گورنر پنجاب کے قتل کا تعلق ہے اس کو عدالت کے حکم یا شرعی فتویٰ کے بغیر قتل کرنے کی حمایت نہیں کی جا سکتی

امریکی شہری کی طرف سے قتل کی اندوہناک واردات

جنوری 2011ء کے آخری عشرے میں ایک امریکی شہری ریمنڈ ڈیوس نے جیل روڈ لاہور کے چوک میں فائرنگ کرتے ہوئے دو موٹر سائیکل سوار نوجوانوں کو ہلاک کر دیا اسی دوران دوسری امریکی گاڑی نے ایک دوسرے نوجوان کو موٹر سائیکل سمیت کچل کر ہلاک کر دیا اور کئی راہ گیر زخمی کیے۔

ہماری ملکی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ نہیں کہ کسی امریکی نے ہمارے معصوم بے گناہ شہریوں کو بلا جواز گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا ہو بلکہ ہمارے ہزاروں بے گناہ، معصوم، اور نہتے نوجوانوں، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا خون امریکیوں کے سر ہے جنہیں گوانتا موبے سے لے کر افغانستان کے پہاڑوں اور شمالی علاقہ جات کی سنگلاخ وادیوں اور میدانوں میں موت کے کنووں میں دھکیل دیا گیا ہے ریمنڈ ڈیوس کی واردات پاکستان کے ایک بڑے شہر کے وسط میں امریکیوں کی طرف سے ٹیسٹ کیس ہے اگر اب بھی ہمارے حکمران اور عوام بیدار نہیں ہوں گے تو پھر ہماری آنے والی نسلوں کا اللہ ہی حافظ ہوگا ہمارے حکمرانوں کی نوجوان شہریوں کی ہلاکت پر ریمنڈ ڈیوس اور اس کے ساتھیوں کو قرار واقعی سزا دلوا کر عوامی جذبات کی ترجمانی کرنی چاہیے۔



شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی رحمۃ اللہ علیہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئے ہیں۔

"(انا للہ وانا الیہ راجعون)"

مولانا عبدالرحمٰن اشرفی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کی عظیم دینی یونیورسٹی جامعہ اشرفیہ کے مہتمم ہی نہیں بلکہ ان کا شمار پاکستان کے چند اہم اور عظیم علماء کرام میں ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے موت العالم موت العالم کہ ایک عالم دین کی موت پورے جہان کی موت کے برابر ہے۔ یہ جملہ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی پر صادق آتا ہے انہوں نے ساری زندگی دین پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کی ملک اور بیرون ملک ان کے ہزاروں شاگرد دینی تعلیم پڑھانے میں مصروف ہیں یہ ان کی طرف سے بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے خداوند کریم سے دعا ہے کہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں۔



مشہور نعت خواں شاہد حنیف رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

گزشتہ دنوں پاکستان کے مشہور نعت خواں، بلبل پاکستان شاہد حنیف رام پوری رحمۃ اللہ علیہ کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا گیا۔

"(انا للہ وانا الیہ راجعون)"

مرحوم اپنی جوانی کے ابتدائی دنوں میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے خداوند کریم نے انہیں نعت گوئی میں خاص ملکہ عنایت کر رکھا تھا جب وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت یا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت پڑھ رہے ہوتے تو سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی نہ جانے کن شقی القلب ظالموں نے ان کی جان لینا ضروری سمجھا۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ ان کے قاتلوں کو عبرتناک انجام سے دوچار فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔

اعتذار

نظام خلافت راشدہ کے شمارہ نمبر 12 کے اداریہ میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے نام کے ساتھ غلطی سے مرحوم لکھ دیا گیا تھا جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

"ماہنامہ لولاک ملتان" میں شائع ہونے والے قابل اعتراض مضامین کا تجزیہ

ایڈیٹر کے قلم سے

"ماہنامہ لولاک ملتان" عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان ہے۔اس کا ماہ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ کا شمارہ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔اس میں ایک مضمون " شیعہ سنی اختلافات کے پس منظر میں کون؟" شائع ہوا ہے جو کہ انڈیا کے ایک رسالے ماہنامہ بیداری حیدر آباد، 2004 مئی کی اشاعت سے اٹھایا گیا ہے اور جسے معاصر محترم ماہنامہ لولاک نے "خوفناک انکشاف" بنا کر پیش کیا ہے، جبکہ لولاک کے نگران حضرت مولانا اللہ وسایا نے اسی شمارے کے صفحہ 52،53 اور 54 پر "ایک سوال اور اسکا جواب" لکھا ہے۔لولاک میں شائع ہونے والی یہی دو چیزیں درج ذیل سطور لکھنے کا سبب بنی ہیں۔

ہم آغاز میں ہی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد اور اس کے مشن سے اختلاف رکھنے والے کے ایمان کو خطرہ ہے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر واسلاف کی جدوجہد کو نہ صرف قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس جدوجہد میں شامل ہونا ہر مسلمان کے ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد اور اس کے مشن سے اختلاف رکھنے والے کے ایمان کو خطرہ ہے اس جماعت کے اکابر کی جدوجہد صرف قابل قدر ہے بلکہ اس میں شامل ہونا ہر مسلمان کے ایمان کا بنیادی تقاضا ہے۔

معاصر محترم لولاک میں " شیعہ سنی اختلافات کے پس منظر میں کون؟" کے عنوان سے شائع ہونے والا مضمون درحقیقت لبنان کے ٹی وی چینل ایل بی سی سے وابستہ ایک صحافی کی رپورٹ کا وہ حصہ ہے جو اسرائیل کیلئے کام کرنے والے اس خائن اور بے ضمیر فلسطینی ایجنٹ کے انٹرویو سے لیا گیا ہے، جس ایجنٹ نے فلسطین کی ممتاز شخصیات اور حماس کے نمایاں افراد کے قتل میں اسرائیل کی براہ راست مدد کی تھی یعنی اس ایجنٹ کی حقیقت واقعہ کربلا کے انہی رافضی راویوں کی سی ہے جو خود قتل حسینؓ اور بے حرمتی خانوادہ رسولؐ میں شامل تھے۔جہاں تک سپاہ صحابہ کی بنیاد اور جدوجہد کا تعلق ہے تو اسے مبنی برحق ثابت کرنے کیلئے ہمارے پاس تحریری اور تصویری مواد کے علاوہ دو ہزار پانچ سو سے زائد علماء، قراء، حفاظ اور امت مسلمہ کے نوجوانوں کا پاکیزہ خون اور ہزاروں خاندانوں کے لاکھوں غیور اہل سنت کی قربانیوں کی تاریخ موجود ہے، جس کی تحسین نہ صرف خود عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قابل قدر عزت مآب اکابر واسلاف اور قائدین فرماتے رہے ہیں بلکہ ان اکابر نے تحریراً اور تقریراً اہل سنت کے ان ایثار پیشہ کارکنوں کی ہر مشکل وقت میں بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔

اب آتے ہیں مذکورہ مضمون کی طرف، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ یہ مضمون دراصل کسی فلسطینی ایجنٹ کے انٹرویو کا حصہ ہے۔معاصر محترم لولاک نے اپنے صفحہ 19 پر فلسطینی ایجنٹ سے کیے گئے سوال کا جواب درج کیا ہے اس کے مطابق،

"موساد نے جو شیطانی منصوبہ مسلمانوں کو بڑی خوبصورتی اور حکمت عملی سے آلہ کار بنا کر پاکستان، یمن، اردن، خود فلسطین میں دسیوں نئے عنوانات کے تحت مسلکی اختلافات خاص طور پر شیعہ سنی اختلافات کو ہوا دینے، بھڑکانے کیلئے کتابوں کے ڈھیر لگا دیے۔ان کتابوں کے تیار کرنے اور چھاپنے کا کام موساد کے تربیت یافتہ افراد انجام دیتے جو دونوں طرف سے کتابیں چھاپ کر دونوں جانب کے غالی اور شدت پسند افراد کو استعمال کر کے بڑی تیزی کے ساتھ لٹریچر پھیلا دیتے مگر تاثر یہ دیتے کہ یہ کتابیں خلیج کے بعض محسنین ومعاونین کی جانب سے دی گئی ہیں۔یہ کام اتنی خوبصورتی اور دانائی کے ساتھ ہوتا کہ ذرا بھی شک نہ ہو پاتا۔چنانچہ موساد کو اس محاذ پر بڑی کامیابی حاصل ہوئی اس لئے کہ تمام مسجدوں، حلقوں میں انہی اختلافی امور پر بحث شروع ہو گئی اور امت کے باقی مسائل سے توجہ ہٹ گئی۔پاکستان میں جیش محمد، سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد کی تشکیل بھی موساد کی اسی کاروائی کے نتیجہ میں ہوئی۔"

ہم صرف سپاہ صحابہؓ کی طرف سے جواب دینے کے مکلف ہیں اس لیے عرض گذار ہیں کہ سنیوں کی طرف سے کوئی ایسا لٹریچر شائع نہیں ہوا، البتہ ایرانی انقلاب کے بعد

دارالعلوم دیوبند نے اپنے فتویٰ میں لکھا ہے کہ شیعہ اثنا عشری کا عقیدہ امامت براہ راست ختم نبوت کا انکار ہے اسی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے صراحت کے ساتھ ان کی تکفیر کی ہے

ایران نے پوری ذمہ داری کے ساتھ پاکستان میں گستاخانہ اور غلیظ لٹریچر بھجوا کر تقسیم کروایا اور ایران یا پاکستانی شیعہ کی طرف سے کبھی بھی اس لٹریچر سے برأت کا اظہار کیا گیا نہ بیزاری کا، بلکہ ان میں تو ایسی کتب بھی شامل ہیں جنہیں ایرانی انقلاب کی بنیاد قرار دیا گیا۔اس کے برعکس ریکارڈ پر 2 جولائی 1992 کا یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ لاہور میں سپاہ صحابہؓ کے سربراہ مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے سابق وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے سامنے تمام مکاتب فکر کے نمائندہ قائدین کی موجودگی میں شیعہ کی ایک سو گیارہ کتابوں کے حوالے پیش کیے۔تو وہاں پر موجود تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے نمائندوں ریاض حسین نقوی اور وزارت حسین نقوی نے اپنے اصول مذہب "تقیہ" پر عمل کرتے ہوئے ایک سو گیارہ کتب کا آئینہ دیکھ کر بھی ابتداً انکار کیا اور کہا کہ ہم اس لٹریچر کو نہیں مانتے اور کوئی کتاب تحریک جعفریہ کی طرف سے تو شائع نہیں ہوئی، حالانکہ ان میں سے اکثر شیعہ اثنا عشری عقائد کی کتب تھیں۔(یاد رہے کہ ان میں سے متعدد کتب شیعہ کے اہم اور معتبر ادارے جامعۃ المنتظر لاہور کے صدر مدرس کی تالیف اور شائع کردہ تھیں۔کوئی نہیں جانتا کہ یہی وہ جامعۃ المنتظر ہے جہاں اتحاد بین المسلمین کا ڈرامہ رچاتے ہوئے مختلف قسم کے اجلاس ہوتے ہیں اور آج بھی مارکیٹ میں ایسی کتب دستیاب ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ انکی اشاعت وتالیف کا ذمہ دار جامعۃ المنتظر ہے۔)

علامہ فاروقی شہیدؒ نے اجلاس کو بتلایا کہ تحریک جعفریہ کی شائع کردہ کتاب "صحیفہ انقلاب" (خمینی کا آخری وصیت نامہ) میرے ہاتھ میں ہے جس کے آخری صفحہ پر "شائع کردہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان" درج ہے، اس کتاب کے صفحہ 46 پر خمینی کی تحریر موجود ہے کہ "آج کی ایرانی قوم اور اس کی کروڑوں کی آبادی حضورﷺ، حضرت علیؓ اور صحابہ کرامؓ کے دور سے افضل ہے" مذکورہ کتاب دیکھتے ہی تحریک جعفریہ کے نمائندوں کی ہوائیاں اڑ گئیں اور انہوں نے کہا کہ جب ہم نے یہ کتاب شائع کی تھی تو ہمیں اس عبارت کا علم نہ تھا۔اجلاس میں موجود مولانا عبدالستار خان نیازیؒ نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو، تمہارے بارے میں جو مواد سپاہ صحابہؓ نے پیش کیا اس سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ تمام کتابیں واقعی قابل اعتراض ہیں، واقعی تم صحابہ کرامؓ کی گستاخی کے مرتکب ہو، کراچی کے ممتاز بریلوی عالم دین مولانا شاہ تراب الحق نے فرمایا کہ آج ہم پر یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ سپاہ صحابہؓ کا موقف حقائق پر مبنی ہے،علامہ فاروقیؒ نے جو کتابیں پیش کی ہیں وہ اصل ہیں، جب تک یہ تمام کتابیں موجود ہیں شیعہ سنی تنازعہ ختم نہیں ہو سکتا، پہلے ان تمام کتابوں کو ضبط کرو، ورنہ پابند کرو، ورنہ ہم خود سپاہ صحابہؓ کی تائید کیلئے ہر سطح پر آواز بلند کریں گے۔

(از تاریخی دستاویز، مؤلف ابو ریحان ضیاء الرحمٰن فاروقی)

یہ ہے اس لٹریچر کی حقیقت جسے 2004 میں بیداری حیدر آباد نامی رسالے میں چھپی رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ اسے موساد

کے ایجنٹوں نے شائع کیا اور سات سال بعد 2011 میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان لولاک کی انتظامیہ کو نہ جانے کیوں یہ مضمون شائع کرنا پڑا ؟ جبکی تاحال کوئی وضاحت سامنے نہیں آئی۔ سپاہ صحابہ ہی نہیں بلکہ اہل سنت والجماعت کے ذمہ دارترین اکابر اور قائدین کا ہمیشہ سے یہ موقف ہے کہ اس غلیظ اور گستاخانہ لٹریچر کو ضبط کیا جائے اور مؤلفین مصنفین کو قرار واقعی سزائیں دی جائیں۔ کیا شیعہ کی طرف سے بھی کبھی ایسا مطالبہ کیا گیا ہے ؟ کیا کوئی شیعہ تنظیم ، شیعہ ایجنٹ یا نام نہاد اتحاد بین المسلمین کا داعی کوئی ایسی کتاب، رسالہ یا اشتہار پیش کرسکتا ہے جس میں اہل بیت عظامؓ یا اولیاء اللہ کی گستاخی کی گئی ہو اور اس تحریر کی ذمہ داری اہل سنت والجماعت کے کسی بھی مکتبہ فکر یا جماعت نے لی ہو۔ اس موقع پر ہم انتہائی ادب سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ کیا سپاہ صحابہؓ یا اہل سنت والجماعت کی کسی بھی تنظیم یا فرد کی طرف سے شیعہ اثنا عشریہ کے متعلق جو موقف اختیار کیا گیا ہے کیا اس کے بنیادی امور محض اختلافی ہیں؟

دارالعلوم دیوبند کے مفتیان عظام نے ایک سوال کے جواب میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیعہ اثنا عشری، یہودی، عیسائی، ہندو اور سکھ کے درجہ میں نہیں بلکہ قادیانیوں کے حکم میں ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے لولاک کے اسی شمارہ میں شائع ہونے والے "ایک سوال اور اس کا جواب" کا ، جس میں حضرت مولانا اللہ وسایا نے نمبر لگا کر الزامی جواب دیے ہیں تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہر ایک نمبر پر کم از کم دس، دس صفحے لکھے جاسکتے ہیں لیکن ہم انتہائی ادب سے مولانا اللہ وسایا کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ان تمام "حقائق" سے شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمدؒ، فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالستارؒ، امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ، حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ (امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)، مفتی عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ (شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ، اسلام آباد) شیخ الحدیث حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ مدظلہ (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)، مفتی غلام قادرؒ (دارالہدیٰ ٹھیڑی، سندھ)، شیخ الحدیث مفتی غلام قادرؒ (جامعہ خیر العلوم خیرپور ٹامے والی) اور حضرت مفتی زرولی خان (شیخ الحدیث ورئیس جامعہ احسن العلوم کراچی) سمیت دیگر سینکڑوں اکابر علماء اور مفتیان عظام واقف نہ تھے؟ کیونکہ ان تمام اکابر نے علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے موقف کی تائید اس وقت فرمائی جب مولانا اللہ وسایا کے بیان کردہ 13 الزامی جوابات موجود تھے۔ اس سے پہلے دارالعلوم دیوبند میں 29،30،31، اکتوبر 1986 کو عالمی اجلاس برائے تحفظ ختم نبوت منعقد ہوا تھا جس میں باقاعدہ ایک قرارداد پاس کی گئی جس کا متن کچھ یوں ہے کہ

"یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ شیعہ اثنا عشری مسلک جو فی زمانہ دنیا کے شیعوں کی اکثریت کا مسلک ہے اور ایران میں اس مسلک کے ماننے والوں کے ذریعے ماضی قریب میں ایک انقلاب برپا ہوا ہے، جس کو اسلامی انقلاب کہہ کر عالم اسلام کو زبردست دھوکہ دیا جارہا ہے۔ اس مسلک کا بنیادی عقیدہ، عقیدہ امامت براہ راست ختم نبوت کا انکار ہے، اسی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہ نے صراحت کے ساتھ انکی تکفیر کی ہے۔ لہٰذا یہ اجلاس برائے تحفظ ختم نبوت اعلان کرتا ہے کہ یہ مسلک موجب کفر اور ختم نبوت کے خلاف پرفریب بغاوت ہے۔ نیز یہ اجلاس تمام اہل علم سے اس فتنہ کے خلاف سرگرم عمل ہونے کی اپیل کرتا ہے۔"

(از اداریہ ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند، بابت ماہ جنوری 1987)

یہاں ہم اپنے قارئین بالخصوص اہل علم کی توجہ فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کے احسن الفتاویٰ کی جلد نمبر 10 کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں جسے حضرت والاؒ کے جانشین حضرت مفتی عبدالرحیم مدظلہ کی نگرانی میں رئیس دارالافتاء جامعۃ الرشید حضرت مولانا مفتی محمد مدظلہ نے مرتب فرمایا ہے اور جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ اس جلد کے صفحہ 36، 37 اور 38 پر شیعہ اثنا عشریہ کے متعلق شائع شدہ خصوصی ضمیمہ میں حضرت والاؒ نے 19 وجوہات کی بناء پر شیعہ کے متعلق جو فتویٰ دیا ہے اسے ملاحظہ فرما لیا جائے۔

دارالعلوم دیوبند نے 19، اکتوبر 2009 کو شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ امامت پر فتویٰ نمبر 268-K-10-1430-1797 تحریر کیا ہے کہ اس عقیدہ کے حامل لوگ صریح طور پر قرآن وسنت کے مطابق ختم نبوت کے منکر ہیں کیونکہ یہ عقیدہ، عقیدہ ختم نبوت کی نفی کرتا ہے۔ اس عقیدہ کے حامل لوگوں کے ساتھ معاشرتی تعلقات سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ایمان کے خطرہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح دارالعلوم دیوبند کے مفتیان عظام نے ایک سوال کے جواب میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ یہودی، عیسائی، ہندو اور سکھ کے درجہ میں نہیں بلکہ یہ قادیانیوں کے حکم میں ہیں، یعنی جس طرح قادیانی کافر ومرتد ہیں اسی طرح شیعہ اثنا عشری بھی کافر ومرتد ہیں۔

آخر میں ہم ماہنامہ لولاک کی انتظامیہ بالخصوص حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب سے گزارش کریں گے کہ

آپ ہی اپنی اداؤں پر غور فرمائیں
ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پیغام شہداء

انسانی تاریخ میں چشم فلک نے ایسی جماعت دیکھی ہے ....؟

جس کے قائدین

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ (بانی و سرپرست)
شہادت 22 فروری 1990ء جھنگ

مولانا ایثار القاسمی شہید (نائب سرپرست، ایم این اے)
شہادت 10 جنوری 1991ء جھنگ سٹی

علامہ ضیاءالرحمن فاروقی شہیدؒ (سرپرست)
شہادت 18 جنوری 1997ء سیشن کورٹ لاہور

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ (صدر / ایم این اے)
شہادت 6 اکتوبر 2003ء، پارلیمنٹ ہاؤس کی طرف جاتے ہوئے۔

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ
شہادت 17 اگست 2009 خیرپور سندھ (خیرپور جلسے سے واپسی پر)

اور ہزاروں کارکنوں کو ایک نظریہ، مشن اور مقصد کی پاداش میں انتہائی بیدردی کے ساتھ شہید کردیا گیا، یہ تمام قائدین اور کارکن تو اپنے رب کے ہاں پہنچ گئے لیکن ان کا نظریہ، مشن اور مقصد ایک پیغام کی صورت میں ماہنامہ "نظام خلافت راشدہ" کے نام سے بفضلہ تعالیٰ ہر ماہ آپ کے پاس پہنچے گا۔

آپ نے کبھی غور کیا......؟

کہ یہ پیغام پوری دنیا تک کیسے پہنچے گا؟

کیونکہ ابھی تک یہ پیغام صرف دیوبند مکتب فکر کے 9 ہزار مدارس کے 50 ہزار اساتذہ کے پاس بھی نہیں پہنچ رہا۔

☆ پاکستان کے تقریباً 2 لاکھ سکولوں کے 10 لاکھ اساتذہ کو اس پیغام کا پتہ تک نہیں ہے۔

☆ بیوروکریسی کے 50 ہزار اہلکار اس پیغام سے لاعلم ہیں پاکستان کے قومی، صوبائی اور سینٹ کے 1 ہزار سے زائد ممبران ان کے پاس بھی یہ پیغام نہیں پہنچا ہوگا۔

اس کے علاوہ الیکٹرانک / پرنٹ میڈیا اس کی افادیت سے محروم ہے۔

آپ جاگیردار ہیں یا کاشتکار، استاد ہیں یا طالب علم، آپ سرمایہ دار ہیں یا مزدور، عالم ہیں یا عام مسلمان۔

اگر آپ چاہتے ہیں یہ پیغام پوری دنیا میں عام ہوجائے تو پھر اٹھیے اور عہد کیجئے کہ

"میں شہداء کا یہ پیغام ہر گھر تک پہنچانے میں آپ کا معاون بننا چاہتا ہوں۔"

دستخط ....

ایک تاریخ ساز شخصیت

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ

تحریر: محمد احمد حماد

امیر عزیمت حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ ایک تاریخ ساز شخصیت، ممتاز عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے، انکا وجود عطیہ خداوندی تھا، ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی، وہ اپنے موقف کے پکے اور ارادے کے مضبوط تھے، خداوند قدوس نے ان کی ذات گرامی کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا، انہوں نے جس بات کو حق جانا اس پر سختی سے ڈٹ گئے، جس موقف کو سوچ سمجھ کر اختیار کیا اس میں معمولی سی لچک بھی نہ رکھی، اس حوالے سے وہ بجا طور پر خوش بخت انسان ہیں کہ انہوں نے پوری زندگی با مقصد گزاری، شیعیت کے ساتھ کسی بھی قسم کی رعایت کے روادار نہ تھے ان کے نظریات پر مدلل اور دیانتدارانہ تنقید کرتے تھے، انہوں نے سوچ سمجھ کر جو موقف اختیار کیا تھا پوری زندگی اس کو وظیفہ حیات بنا لیا اور اس میں وہ یقینی طور پر کامیاب و کامران رہے۔ میں سپاہ صحابہ بننے سے بہت پہلے سے انکو جانتا ہوں، جامعہ اشرفیہ کے خطیب مولانا یاسین کے بھائی مولانا عبدالعلیم جو کہ میرے مشکوٰۃ شریف اور دورہ حدیث شریف والے سالوں میں ہم سبق رہے، ہم دونوں زمانہ طالب علمی میں ہی جامع مسجد حق نواز شہید جو کہ اس وقت پپلیاں والی مسجد کے نام سے مشہور ہوا کرتی تھی، مولانا سے ملنے جایا کرتے تھے، کچی مسجد تھی اور موجودہ وضو خانے کے ساتھ مولانا کا دفتر ہوا کرتا تھا، وہاں پر ان سے ملاقاتیں ہوتیں اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوا کرتی تھی تعلیم سے فراغت کے بعد میں نے بھی دینی تحریکات میں حصہ لینا شروع کیا ان دنوں جو سب سے زیادہ سرگرم تحریک تھی وہ تحریک ختم نبوت تھی 1974ء میں اس تحریک نے زور پکڑا اور مسئلہ ختم نبوت کے حل کے لئے فیصلہ کن تحریک کا آغاز ہوا، حکومت نے اس میں شریک سینکڑوں کارکنان اور قائدین کو گرفتار کیا، میری پہلی گرفتاری بھی مسئلہ ختم نبوت کی وجہ سے ہوئی، پولیس نے گرفتار کر کے مجھے فیصل آباد پہنچا دیا وہاں پر میں نے مناظر اسلام فاتح قادیانیت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی، قائد محترم امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی اور مولانا عبدالوارث چنیوٹی کے ہمراہ چالیس دن جیل میں گزارے، کہتے ہیں کہ جیل کی دوستیاں اور تعلقات بہت مضبوط ہوا کرتے ہیں، ہمارے جیل جانے سے پہلے بھی تعلق تھا، جیل جا کر ایک دوسرے کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور ہمارا تعلق

خداوند قدوس نے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی ذات گرامی کو بے شمار خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا وہ بجا طور پر خوش بخت انسان تھے جنہوں نے پوری زندگی با مقصد گزاری۔

پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا، سپاہ صحابہ سے پہلے شان اہلسنت ایک تنظیم ہوا کرتی تھی، اس کے پلیٹ فارم پر بھی اکٹھے کام کرنے اور ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملتا رہتا اسی طرح ایک دوسرے کے پاس آنا جانا بھی لگا رہا، 6 ستمبر 1985ء سپاہ صحابہ کا وجود عمل میں آیا اور مولانا نے اپنی جدوجہد کا رخ موڑ کر شیعیت و سبائیت کی بیخ کنی اپنا مقصد حیات بنا لیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور عزت کے پھریرے لہرانے کے لئے مولانا حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ نے ہر سنی عالم اور صحابہ کے سچے غلام کے دروازے پر دستک دی اور سنی حقوق کے تحفظ اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے جدوجہد کرنے کی اپیل کی۔

1989ء میں خواجہ چوک چیچہ وطنی میں ایک جلسہ عام ہوا اور مولانا حق نواز نے اپنے مخصوص انداز میں رافضیت کا پردہ چاک کیا جلسہ کے بعد کھانے کی میز پر ہم اکٹھے ہو گئے وہاں پر مولانا نے فرمایا کہ آپ کی پہلے والی زندگی زیادہ کارآمد نہیں ہے اپنی زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے سپاہ صحابہ میں شامل ہو جاؤ، میں نے جواب میں ملکی سطح پر چلنے کی حامی بھرتے ہوئے مقامی سطح پر کام نہ کرنے کی ایک سال کی چھٹی مانگ لی (کمالیہ میں نیا نیا آنے کی وجہ سے سخت انداز اپنانا مشکل تھا) اور مولانا نے اس کی مجھے اجازت دیدی، اسے اتفاق کہیے یا قدرتی نظام کہ اس واقعے کے چند ہی دنوں بعد کمالیہ شہر میں شیعوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے عنوان پر ایک جلوس نکالا اور اس میں تبرا بازی کی، صحابہ کرام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و عظمت چونکہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور ان پر کسی بھی قسم کی بکواس یا زبان درازی ہماری برداشت سے باہر ہے۔ اس لئے ایسے واقعات پر برہم ہونا اور اپنا احتجاج ریکارڈ کروانا ایمانی غیرت کا تقاضا ہے، چنانچہ میں نے بھی اگلے روز ہی ہڑتال کا اعلان کر دیا، پورا شہر بند ہو گیا اور بہت بڑا تاریخی احتجاج ہوا، مقامی بڑے بڑے شیعہ اور شیعہ نواز جاگیرداروں کے خلاف ہم مقدمہ درج کروانے میں کامیاب ہو گئے اور اس کفر کا راستہ روکنے کے لئے اسی دن سے عملی طور پر کام کا آغاز کر دیا، کمالیہ کے اس واقعہ کے بعد مولانا سے ہمارا مسلسل رابطہ رہا مولانا جھنگوی رحمہ اللہ نے اپنے آخری خطبہ جمعہ میں کمالیہ میں ہونے والے اس واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے انتظامیہ کو انتباہ کیا تھا اور غیر جانب دار ہو کر اس کیس کی تفتیش کرنے کا مطالبہ کیا تھا، سپاہ صحابہ میں شمولیت کے بعد مولانا جھنگوی رحمہ اللہ سے مسلسل ملاقاتیں ہوتی رہیں اور رابطے بڑھتے رہے، قدرت کو شاید تحفظ ناموس صحابہ کے عنوان پر مزید اکٹھے کام کرنا مقصود نہ تھا، چنانچہ 22 فروری 1990ء کو حضرت جھنگوی اپنے گھر کی دہلیز پر شہید کر دیئے گئے، یہ حادثہ اتنا بڑا تھا کہ اس کے غم سے آج تک باہر نہیں نکل سکا، شہادت سے چند منٹ قبل میرے ساتھ ٹیلی فون پر گفتگو کی اور فرمایا کہ کل مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ادا کروں گا، جلسہ کا اہتمام نہ کرنا مخصوص نشستیں منعقد کر کے لوگوں کی ذہن سازی کریں گے لیکن انسان عزم کچھ کرتا ہے اور قدرت کام دوسرے کروا دیتی ہے، قدرت ہمیشہ اپنے ہونے کا احساس دلاتی رہتی ہے۔

مجھے اپنی زندگی میں بے شمار علماء کرام کو دیکھنا اور بہت سارے پیشہ ور مولویوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے میری نظروں میں وہ خطیب بھی ہیں جو کم پیسے ملنے پر لڑتے جھگڑتے بھی ہیں اور اپنے میزبان سے ناراض ہو کر چلے جاتے ہیں جب کہ دوسری طرف میری نظروں میں مولانا حق

نواز بھی ہیں جنہوں نے لوگوں سے ایک پائی بھی نہ لی بلکہ لوگ زبردستی ان کی جیب میں ڈال دیتے یا ان کی گاڑی میں پھینک دیتے تھے۔

1977ء یا 1978ء کی بات ہے کہ ساہیوال میں قادیانیوں نے قاری بشیر اور اظہر رفیق کو شہید کر دیا تھا احتجاجی جلسہ ہوا اور مولانا جھنگویؒ نے خطاب فرمایا کہ قاری بشیر اور اظہر رفیق میرے بھی کچھ لگتے تھے خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ جو ملک اور بیرون ممالک میں خطابت کے عنوان پر ایک چمکتا ہوا آفتاب تھے، مولانا جھنگویؒ کے ساتھ ہم نے حضرت قاسمی صاحب کو جتنی محبت کرتے ہوئے دیکھا ہے یہ کسی اور کو نصیب نہ ہوگی، حضرت قاسمی فرمایا کرتے تھے کہ مولوی حق نواز علم اور تجربہ میں مجھ سے چھوٹا ہے مگر اس کی جرات، بہادری اور خودداری کو دیکھ کر میں اسے سلام پیش کرتا ہوں۔ ایک جلسہ میں حضرت قاسمیؒ نے فرمایا کہ "میں صحابہ دا غلام تے حق نواز دا نوکر ہاں" مولانا جھنگویؒ کی سوانح حیات میں حضرت قاسمیؒ نے مولانا کی پوری تاریخ کو جمع کر کے اپنی محبت کا ثبوت دیا ہے۔

بات چلی ہے تو یہ بھی کہتا چلوں کہ آج بعض لوگ حضرت قاسمی صاحب کے متعلق بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں حالانکہ حضرت قاسمی صاحب پر تنقید کرنے والے خود اپنا دامن صاف نہ رکھ سکے...... ایسے لوگوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ حضرت قاسمی صاحب کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کریں بلکہ وہ اپنے گریبان میں جھانکیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے ساتھ شیعہ سنی تنازعہ کے حل کے لئے ہونے والی ایک میٹنگ میں حضرت قاسمیؒ نے فرمایا کہ کہ "61 سال میری زندگی گزر چکی ہے بقیہ دو سال صحابہ کے کھاتے لگا دی ہے 63 سال سنت عمر گزار کے واپس جانا چاہتا ہوں" اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو قبول فرمایا 63 سال کی عمر میں اپنے پاس بلا لیا، رحلت کے وقت اپنے قریب لوگوں کو جمع فرما کر گواہ بناتے ہوئے کہا کہ ساری زندگی رب کی توحید بیان کی لوگو گواہ رہنا کہ میں توحید پر مر رہا ہوں یہ کہتے ہوئے کلمہ پڑھ لیا اور اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئے حضرت قاسمیؒ کے عنوان پر بہت سارا کام کرنے کی ضرورت ہے ان کی شخصیت اور افکار اور سوانح حیات پر کام کرنا چاہئے، قلم و قرطاس سے تعلق رکھنے والے حضرات کو اس طرف توجہ دینی چاہئے۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ کی خطابت ان کی زندگی کا ایک خوبصورت اور نمایاں وصف ہے، انہوں نے خطابت کو ایک نیا رنگ دیا ہے اس عنوان پر اگر انہیں مجدد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا جس نے ان کی تقریر سنی وہ انہی کا ہو کر رہ گیا، جن لوگوں نے مولانا جھنگویؒ کی تقریروں اور خطبوں سے براہ راست استفادہ نہیں کیا ان کے سامنے مولانا کے خطیبانہ کمالات کا نقشہ کھینچنا مشکل ہے اگر دریا کی روانی کا کوئی تصور ذہن میں پایا جاتا ہو، پھولوں کی نزاکت اور مہک سے کوئی آشنا ہو، آگ کے شعلوں کو کسی نے دیکھا ہو اور کسی ایسے فنکار کو سنا ہو جو لفظوں کے ساتھ ساتھ اثر و کیف و وجد کی کیفیات کو بھی سامعین کے دلوں میں اتار سکتا ہو تو وہ شخص حضرت جھنگویؒ کی جامعیت تقریر کا کچھ کچھ اندازہ کر سکتا ہے بہرحال مولانا جھنگویؒ کی خطابت ایک مستقل عنوان ہے اور میرا مضمون شاید اس کا متحمل نہ ہو سکے مولانا جھنگوی شہیدؒ ایک عظیم انسان تھے ان کے افکار و نظریات اور مدلل گفتگو سے میں بہت زیادہ متاثر تھا، انہی کی خواہش پر سپاہ صحابہ میں شمولیت اختیار کی تھی اور ان کی خواہش کی تکمیل کے لئے آج تک سرگرم عمل ہوں، جہد مسلسل کرنے اور عزیمت کی راہ میں چلنے والے اس قافلے کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا آج مولانا حق نواز جھنگویؒ کے منبر و محراب کا وارث ہوں۔ میرے کندھے بہت ناتواں ہیں اور یہ وزن بہت ہی بھاری ہے لیکن سب کچھ ہونے کے باوجود حضرت جھنگویؒ کی روح سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی کے آخری لمحہ تک اس مشن کی تکمیل اور کامیابی کے لئے اپنی توانائیاں خرچ کرتا رہوں گا، منبر و محراب سے لیکر حکومت کے تمام اداروں اور اپنی بساط کے مطابق جھنگوی شہیدؒ کا پیغام دنیا کے ہر گوشے میں جا کر پہنچاؤں گا۔ ان شاء اللہ

سنگلاخ وادی کا پُرعزم راہرو

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود مدظلہ (پی ایچ ڈی لندن)

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد!

تاریخ عالم میں مظلوموں کی ایک طویل فہرست ہے لیکن ظلم کے لیے بھی کچھ کم نہیں، انسان جو دوسرے انسانوں کے لئے انس واخوت کا عنوان ہونا چاہیے اپنے ابنائے جنس کا گلا کاٹتا رہا لیکن ایسے مظلوم جن کی مظلومیت ان کے اس دنیا سے رخت سفر باندھنے کے بعد بھی ختم نہ ہو آپ کو اصحاب رسول اللہ ﷺ کے سوا کہیں اور نہ ملیں گے یہ پاکیزہ جماعت تھی جن سے بہتر انسانوں پر انبیاء کے بعد شاید ہی کہیں سورج چمکا ہو۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"صحیفہ ایمان کی اس آزمائش میں صحابہ کرامؓ جس طرح پورے اترے اس کی شہادت تاریخ نے محفوظ کر لی ہے اور وہ محتاج بیان نہیں بلاشبہ و مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق نہیں کیا ہوگا جیسا کہ صحابہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے راہ حق میں کیا، انہی نے اس محبت کی راہ میں وہ سب کچھ قربان کر دیا جو انسان کر سکتا ہے اور پھر اس کی راہ میں وہ سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پا سکتی ہے۔"

(ترجمان القرآن جلد 2)

جب یہ مقدس گروہ یہود و نصاریٰ کے کسی جال میں نہ آسکا تو ان کے دشمنوں نے ان کے خلاف پھر وہ ہتھیار اٹھائے جو ہمیشہ سے بزدل مخالفوں کا وطیرہ رہا ہے...... وہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ ان کے سامنے آکر مقابلہ نہ کرو، پس پشت ان کی عیب چینی کرو ان پر طرح طرح کے الزام لگاؤ ان کے بارے میں کہانیاں وضع کرو طرح طرح کے بہتان باندھو اور اتنا جھوٹ بولو اور بار بار بولو کہ دیکھنے سننے والے اگر یقین نہ کریں تو کم از کم کچھ شک میں تو ضرور مبتلا ہو جائیں۔ یہ وہ شرمناک سوچ ہے جو دشمنان اسلام نے صحابہؓ کے خلاف سوچی اسے ایک عقیدے کے طور پر قائم کیا اور اسی کے کانٹے آج اسی ملت کے بیٹوں کو زخمی کر رہے ہیں آج کل کی زبان میں انہیں فرقہ وارانہ فسادات کہا جاتا ہے۔

افسوس کہ وہ طبقہ جسے حضور ﷺ کے پچانوے فیصد پیروکار اس وقت کے بہترین انسان جانتے ہیں ان کی عیب چینی اور ان کے خلاف الزام تراشی ایک بدنصیب گروہ کے ہاں اعلیٰ درجے کی عبادت شمار کی جاتی ہے ان سے تبرا ان کے ہاں اصول

> ایسے مظلوم جن کی مظلومیت اس دنیا سے رختِ سفر باندھنے کے بعد بھی ختم نہ ہو آپ کو اصحاب رسول اللہ کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔

دین میں سے سمجھا جاتا ہے اور ان کی ساری تبلیغی کوششیں صرف اسی ایک نقطہ پر جمع ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے امت مسلمہ کو ان کے بارے میں بدگمان کر دیا جائے انہیں برا کہے بغیر ان کی مذہبی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی اور ان کی نماز تک ادا نہیں ہوتی جب تک بعد نماز وہ ان کا نام لے لے کر ان پر لعنت نہ کریں گویا انجام کار انہی پر لوٹی ہو ملا باقر مجلسی جو اپنے وقت میں ان کا سب

> حضرت علیؓ کے بارے میں یہ بدگمانی کہ وہ حضرات ابوبکر و عمرؓ کے خلاف تھے مگر سامنے آنے کی ہمت نہ رکھتے تھے یہ عقیدہ بڑی شقاوت اور شیر خدا کی بے ادبی ہے حالانکہ یہ جرات تو مچھر کو بھی حاصل ہے کہ جب حملہ کرنے آتا ہے تو آواز دے کر آتا ہے۔

سے بڑا عالم سمجھا جاتا ہے لکھتا ہے

"باید بعد از ہر نماز بگوید اللھم العن ابابکر و عمر و عثمان و معاویہ و عائشہ و حفصہ و ہند و ام الحکم" (عین الحیات صفحہ 599 مطبوعہ تہران)

کیا آپ نے اور کوئی ایسی قوم دیکھی جس کا اوڑھنا بچھونا ہی ان لوگوں پر لعنت کے کوڑے برسانا ہو جنہیں امت کا پچانوے فیصد طبقہ اپنے وقت کے بہترین انسان سمجھتا ہو اور اپنے تو درکنار غیر مسلم مورخین بھی ان کے تذکرے کریں تو انہیں خلفاء راشدین کہے بغیر آگے نہ گزر سکیں۔

> بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ دل و روح کے ساتھ ایسا عشق نہیں کیا ہوگا جیسا صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ راہ حق میں کیا ہے۔

زندگی میں ان حضرات پر ابولہب اور ابوجہل کے سوا شاید ہی کسی نے سب کی ہو بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی صدیوں مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کرتے رہے قاضی نور اللہ شوستری اس سوال کے جواب میں کہ سیدنا علی المرتضیٰ اپنے دور خلافت میں کیوں سیرت شیخین پر عمل کرتے رہے؟ لکھتا ہے:

"حضرت امیر ایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابی بکر و عمر را معتقد اند و ایشاں را بر حق مے دانند قدرت براں نداشت کہ کارے کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشاں باشد"

(مجالس المومنین جلد 1 صفحہ 24)

حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں محسوس کیا کہ لوگوں کی اکثریت ابھی تک حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سیرت کی معتقد ہے اور ان کو خلیفہ برحق جانتی ہے آپ نے ہمت نہ کی کہ کوئی ایسا کام کریں جو ان کی خلافت کے غلط ہونے پر کسی پہلو سے دلیل بن سکے۔"

افسوس کہ جب مسلمانوں سے سیاسی شوکت چھنی تو یہ مار آستین (اصحیوں کے سانپ) کھلے بندوں تفرقہ بازی پر اتر آئے اور اہل بیت کی عزاداری اسی میں سمجھی کہ ان حضرات پر سرعام تبرا کہیں اور اسی جبر و تشدد کے سہارے پورے اسلامی ملک کی حنفی اکثریت اثنا عشری عقیدے میں بدل گئی اسماعیل صفوی سے پہلے ایران میں تین چوتھائی حنفی مسلک پر تھے۔

حزم تب تھا کہ جب یہ حضرات اس دنیا میں تھے اس وقت کوئی بدبخت ان کے آڑے آتا یہ تو بڑا کمینہ پن اور شرمناک بات ہے کہ کسی کو فوت ہونے کے بعد دشمنی کی بھینٹ پر لایا جائے اور ان کے خلاف گالی اور تبرا کی زبان استعمال کر کے اپنی حقیقت آشکارا کی جائے ان کی زبانیں ان حضرات کے خلاف جو خود آکر اپنا دفاع نہ کر سکیں دن رات تبرا کا لاوا اگلتی ہیں۔

بہادر لوگ زندوں سے معرکہ آرائی کرتے ہیں یہ فوت شدگان سے معرکہ آرائی کیسی؟ عقاب ہمیشہ زندہ کا شکار کرتا ہے اور گدھ ہمیشہ مردار پر گرتے ہیں یہی وہ طبقہ ہے جو مقام انسانیت سے بے نصیب ہے۔

بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور
حکیم سر محبت سے بے نصیب رہا
اڑا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہین وار
شکار زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا

حق و باطل کی معرکہ آرائی ہمیشہ سامنے سے ہوئی ہے حضرت علی ؓ کے بارہ میں یہ بدگمانی کہ آپ اندر سے تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ و سیدنا عمر ؓ کے خلاف تھے مگر سامنے آنے کی ہمت نہ رکھتے تھے یہ عقیدہ ایک بڑی شقاوت اور شیر خدا کی بڑی بے ادبی ہے یہ جرأت مجھ کو بھی حاصل ہے کہ جب حملہ کرنے آتا ہے تو وہ آواز دے کر آتا ہے۔

پڑھ سے سیکھ جوہر مردانگی کہ وہ
جب قصد خون پہ آئے تو پہلے پکار دے

اہل حق کبھی تقیہ کی چادر نہیں اوڑھتے نہ جھوٹ بولتے ہیں مسلمانوں نے ابوجہل کو برسر میدان مارا ہے اس کی لاش کو گھسیٹنے میں بہادری نہیں کبھی فوت شدگان کو برا بھلا کہنا اور گالی بکنا شرف انسانی اور اخلاقی ہمت کے سراسر خلاف ہے۔

علماء اسلام نے ان نفوس قدسیہ پر کئے گئے جملہ اعتراضات کے بڑے شافی و وافی جواب دیے ہیں جس کو ضرورت ہو وہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز ؒ سے لے کر حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی ؒ کی تالیفات کو دیکھے پھر اسی پندرہویں صدی کی دفاع صحابہ ؓ پر لکھی گئی عمدہ اور اعلیٰ تالیفات بھی اس باب میں قابل قدر علمی سرمایہ ہیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کے شاگردوں مولانا قاضی مظہر حسین ؒ مولانا سید نور الحسن بخاری ؒ مولانا عبدالستار تونسوی ؒ اور محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ نے اس محاذ پر سبائیوں کے جملہ اعتراضات کے نہایت شافی اور وافی جواب دیے ہیں اور الحمدللہ ان کے اچھے خاصے اثرات ہوئے اور برصغیر پاک و ہند کے متعدد ایسے حلقے ملیں گے جہاں لوگ ارتداد کی آغوش میں جاتے ہوئے ان علمی محنتوں کے سبب بچے اور حوزۂ اسلام محفوظ رہا۔

الجھن کا حل اور شبہے کا جواب ہو سکتا ہے مسلمان اہل علم ان ابواب میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں لیکن ان سب حضرات کے پاس ان گالیوں اور ان کے دن رات کے سب و شتم کا کوئی جواب نہ تھا۔ یہ ایک دکھتی رگ تھی جس پر یہ لوگ ہر محرم پر نامقدور نمک پاشی کرتے نام عزاداری اہل بیت کا ہوتا مگر یہ کام عوام کا اس مقدس طبقہ سے اعتماد اٹھانا اور انہی دشمنوں کا تازہ کرنا ہوتا جن کا جواب انہیں امت مسلمہ بارہ سو سال سے دیتی چلی آرہی ہے

صحابہ ؓ نسبت نبوت کے امین ہیں ان کے خلاف تبرا کی شرمناک کاروائی ؓ امت مسلمہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے جسے کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا اور نہ امت مسلمہ اسے کوئی نرم گوشہ دے کر اپنی ملی سالمیت کا تحفظ کر سکتی ہے۔

دشمنان صحابہ کی یہ مشق تبرا برصغیر پاک و ہند کی ستانوے فیصد سنی آبادی کے لئے سوہان روح بنی تھی۔ کہ یکا یک اللہ رب العزت کی غیرت جوش میں آئی نوجوان بغیر کسی تمہید اور بغیر کسی سابقہ تربیت کے اچانک میدان میں نکل آئے اور اعلان کر دیا کہ

اہل حق کبھی تقیہ کی چادر نہیں اوڑھتے مسلمانوں نے ابوجہل کو برسرِ میدان مارا ہے اس کی لاش گھسیٹنے کو بہادری نہیں کبھی فوت شدگان کو گالی بکنا شرف انسانیت کے سراسر خلاف ہے۔

ناموس رسالت کو مجروح کرنے والی ان تحریکوں کا جواب اب طاقت سے دیا جائے گا اور جب تک پاکستان میں صحابہ کرام کی عزتیں بذریعہ قانون محفوظ نہیں ہوتیں آرام سے نہیں بیٹھا جائے گا مظلوموں کی یہ پکار قریہ قریہ گاؤں گاؤں، چوک بہ چوک اور شہر بہ شہر ہر جگہ جاری رہے گی یہ ایک منصفانہ مطالبہ اور اپنے حق کے لئے ایک جمہوری آواز ہے جسے کچھ وقت کے لئے روکا جا سکتا ہے لیکن ختم نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخ کے اوراق میں ترمیم ہو سکتی ہے مگر انہیں دھویا نہیں جا سکتا صحابہ کرام ؓ کی مظلوم شخصیتوں کی یہ آہ ہے جو اب شعلہ جوالہ بن کر بھڑک رہی ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ملک کا خرمن امن اس آگ سے بچے تو اب اس مسئلے کو حل نکلنا ہی ہوگا۔

صحابہؓ نسبت نبوت کے امین ہیں ان کے خلاف تبرائی شرمناک جزبہ سائی امت مسلمہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے جسے کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا اور نہ امت مسلمہ کاروائی کو نرم گوشہ دے کر اپنی ملی سالمیت کا تحفظ دے سکتی ہے۔

اچانک یہ شعلہ کیسے بھڑک اٹھا؟

خمینی کے برسر اقتدار آنے کے بعد پاکستان میں یکایک نفاذ فقہ جعفری کا مطالبہ کر دیا گیا اور نہ صرف مطالبہ بلکہ ایک مکمل تحریک کی شکل دی گئی اس پر پاکستان کی سنی آبادی نے اپنے جمہوری حق کا مطالبہ کر دیا اور قرار پایا کہ پاکستان کو ایک سنی ریاست تسلیم کیا جائے اور یہاں صحابہ کرام ؓ اور اہل بیت ؓ کی عزتوں کا تحفظ بذریعہ قانون کیا جائے۔ کہتے ہیں

"لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے"

جب اہل اقتدار نے پاکستان کی اکثریت کے اس معصوم مطالبہ پر کان نہ دھرے اور معلوم ہو گیا کہ یہ ملکی سطح پر تین فیصد سے زیادہ نہیں اور پکی سطح پر چالیس فیصد تک برا جمان ہیں اس پر سنیوں کو اپنے حقوق کے لئے اٹھنا ہوگا یہ وہ دور ہے جب ملک میں سپاہ صحابہ کا قیام عمل میں آیا ان کے طریقہ کار سے اختلاف ہو سکتا ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بغیر ابتدائی تربیت کے اتنے بڑے میدان میں آنکلنا مناسب نہ تھا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ بارہ سو سال سے اہل سنت والجماعت جو صحابہ ؓ کی مظلومیت کا رونا رو رہے ہیں اور اس پر ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں اگر چہ یہ بے غیرتی نہیں تو بھی اسے ختم ہونا چاہئے اس کے مثبت جواب کے لئے ایک نیا باب کھلنا تھا کہ اب تحفظ ناموس صحابہ کی ایک نئی تاریخ رقم کی جائے گی۔

برصغیر کے اس مطلع پر ہر طرف گہرے بادل چھائے تھے کہ برسنے میں پہلا قطرہ کون ہو؟ اس کے لئے جھنگ کا ایک نوجوان جس کے پیچھے نہ کوئی سرمایہ کی قوت تھی نہ اس کی بڑی برادری تھی نہ اس نے کسی سیاستدان کے زیر سایہ کوئی تحریکوں کی تربیت پائی تھی، اچانک اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک پر چھا گیا یہ کس طرح ہوا؟ یہ اس طرح ہوا کہ وہ مظلوموں کی بات کرتا تھا اور اس کے پاس حق و صداقت اور علم و دیانت کے وہ ہتھیار تھے جن کا مقابلہ کبھی دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکی کئی سال سے متعدد علماء کرام دفاع صحابہ پر ہر شہر اور ہر قریہ میں کام کر چکے تھے اب ان محنتوں پر صرف قربانیاں گزارنے کی ضرورت تھی اور اس کے لئے اللہ رب العزت نے جھنگ کے اس مرد مجاہد کا انتخاب کر رکھا تھا۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا
وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے
اس جان کی کوئی بات نہیں

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے مولانا حق نواز جھنگوی کی ان قربانیوں سے دین حق کے لئے پہلے قربان ہونے والوں کی تاریخ بھی جاگ اٹھی۔

مولانا نے اس سنگلاخ اور خاردار وادی میں عنفوان شباب سے ہی قدم رکھ دیا تھا اور تا وقت شہادت وہ اس پر قائم رہے اور کھلم کھلا اپنے سچے موقف کا اظہار کرتے رہے ان کی اپنے موقف پر قربانی نے انہیں مزید سربلند کر دیا۔ بعد ازاں ان کے رفقاء اور جانشینوں نے بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پے در پے ہر قسم کی قربانیاں دیں بلاشبہ اس دور میں ان حضرات کی عزیمت اور استقامت نے عالم اسلام پر بالعموم اور پاکستانی معاشرے میں بالخصوص اپنے اثرات مرتب کئے اور دشمنان اصحاب رسول ﷺ کا ہر لحاظ سے ناطقہ بند کیا علمی میدان میں بھی اور ارباب اقتدار کے رو برو بھی انہوں نے اپنے موقف کی صداقت پر ناقابل تردید دلائل کے ساتھ متعدد کامیابیاں حاصل کیں تاہم منزل ابھی دور ہے اگر یہ حضرات عزم سے رہے تو ان شاء اللہ مستقبل میں پاکستان کی سرزمین میں فتنہ رافضیت کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی رب ذوالجلال انہیں مزید ثابت قدمی عطا فرما کر دنیا و آخرت میں سرخروئی سے نوازے آمین ثم آمین۔

دشمنان صحابہ کی مشق تبرا برصغیر کی ستانوے فیصد سنی آبادی کے لئے سوہانِ روح بنی تھی کہ یکا یک اللہ کی غیرت جوش میں آئی اور نوجوان بغیر کسی تمہید اور تربیت کے اچانک میدان میں نکل آئے

میرا قائد

جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں زید مجدہ
مرکزی سیکرٹری جنرل اہلسنت والجماعت پاکستان

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے صحیح حالات اور ان کے حقیقی کمالات و اوصاف حمیدہ وہی لوگ بیان کر سکتے ہیں جن کو خود ان جیسا مقام بکمال حاصل ہو، مجھ جیسا آدمی حضرت جھنگوی شہیدؒ کے علم و عمل اور کمالات ظاہر و باطنی کو کیا بیان کر سکتا ہے ایک شخص جو دریا کے کنارے کھڑا ہو اور نہ کبھی دریا کے اندر قدم نہ رکھا ہو جس کو کبھی دریا کے اندر غوطہ لگانے کی نوبت نہ آئی ہو اس کو کیا پتہ عمق اور گہرائی کا کیا مقام ہے، ہم ایسے تجربہ کار غواص کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتے ہیں جو اپنی ساری زندگی سمندر کی لہروں سے کھیلا ہو، جو بڑے بڑے طوفانوں میں جہاز کا لنگر اٹھا دینے والا ہو جس نے عمر بھر خطرناک طوفانوں کا مقابلہ کیا ہو، جس نے ہمیشہ سمندر میں غوطہ زن رہ کر موتی نکالے ہوں، حضرت امیر عزیمتؒ انسانیت کے پر تو کامل، توحید کے پروانہ، جانثار رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے سچے سپاہی تھے، عزم راسخ کے مالک تھے۔

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ

پر پوری طرح کاربند تھے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے کمالات کو مورخ کبھی فراموش نہ کر سکے گا تحریک تحفظ ناموس صحابہ میں انہیں وہ مقام حاصل ہے، جس کے تذکرہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا، امیر عزیمت کا ملت پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے سنی قوم کو ایک پہچان عطا کی ہے، سنی قوم کو بدترین کافر کے سامنے لا کھڑا کیا ہے صحابہ کرامؓ کی مدح سرائی کے لئے ہزاروں زبانیں تیار کی ہیں، ملک کے چپہ چپہ میں اپنے ہم نوا خطیب تیار کئے لاکھوں لوگوں کا لہو گرمایا، غرض یہ کہ حضرت مولانا حق نواز جھنگویؒ جیسا باکمال انسان میری نظر نے نہیں دیکھا نہ آئندہ زندگی میں ایسی شخصیت کی زیارت نصیب ہونے کی توقع ہے کیونکہ ایسی ہمہ گیر شخصیات صدیوں میں ہوا کرتی ہیں، امیر عزیمت نے اپنے علم و عمل اور نظریے کو جن دماغوں میں منتقل کیا تھا گویا وہ نقش فی الحجر ہیں انہوں نے سرد فضاؤں کو اپنی شعلہ بیانی سے ایسا گرمایا کہ صدیوں تک اس کی شدت و حرارت محسوس کی جاتی رہے گی، انہی گرم فضاؤں میں آج جب پہنچتا ہوں تو ان کے مقام و مرتبہ کا ادراک و عرفان نصیب ہوتا ہے، انہوں نے برف سے زیادہ ٹھنڈے انسانوں کو متحرک کیا، ان کے کانوں میں غیرت حمیت کا صور پھونکا، انہیں دین کا سچا سپاہی اور صحابہ کا غلام بنایا اور ان کے دل و دماغ پر اپنے نقوش یوں جما دیئے کہ پھر وہ امتداد وقت کے باوجود نہ مٹ سکے اور نہ مٹائے جا سکے، دنیا ایک ایسی سرائے ہے جہاں لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں یہ لامتناہی سلسلہ مدت مدید سے جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ جب کوئی عظیم شخصیت اپنی عظمت کا سکہ بٹھا کر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو ایک ایسا خلا پیدا ہوتا ہے جو کسی صورت پر نہیں ہوتا، تب ہم یادوں کے سہارے محبوب ہستیوں کو تصورات کی دنیا میں واپس لانے کی ادھوری سی کوشش کرتے ہیں مگر جو ایک بار چلا گیا امیر عزیمت کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے نعم البدل کے طور پر بہت بڑی بڑی نابغہ روزگار شخصیت عطا فرمائیں، حضرت جھنگوی کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہ نے بہت زیادہ ترقی کی، مشن کی اشاعت کے مواقع میسر آئے مگر ان سب کے باوجود جو مقام حضرت جھنگوی کا تھا وہ کوئی اور نہ لے سکا اور دل کے نہاں خانے میں ہم نے حضرت جھنگویؒ کو جس جگہ بٹھایا تھا وہاں کوئی اور نہ بیٹھ سکا۔

جب کوئی عظیم شخصیت اپنی عظمت کا سکہ بٹھا کر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو ایسا خلا پیدا ہوتا ہے جو کسی صورت پر نہیں ہوتا۔

حضرت امیر عزیمت کے پیش نظر زندگی کا سب سے بڑا مقصد صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کا تحفظ اور ان کا دفاع تھا انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی پوری زندگی جدوجہد کی اور اسی مقصد کی وجہ سے جام شہادت نوش فرمایا صحابہ کرامؓ ایمان اور اسلام کی بنیاد ہیں ان کے بغیر دین باقی نہیں رہتا بلکہ اگر انہیں درمیان سے نکال دیا جائے تو آنحضرت ﷺ کے ذریعہ آنے والا دین و مذہب ہم تک نہیں پہنچ سکتا دین ہم تک پہنچنے کے لئے واسطہ صرف صحابہ کرامؓ ہیں، جب تک ان نفوس قدسیہ کی غلامی نہ کی جائے، ہم اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلوا سکتے۔ ہماری نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، شریعت، طریقت، تہذیب، معاشرت، تمدن، اخلاق، مذہب غرضیکہ مکمل دین اسلام صحابہ کرامؓ کے گرد گھومتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ "جب فتنے عام ہو جائیں اور میرے صحابہ کو گالیاں دی جانے لگیں اس وقت عالم کو چاہئے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے۔" حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر پورا پورا عمل امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے کیا ہے انہوں نے جتنی تعلیم حاصل کی، خدا نے ان کے اندر جتنی صلاحیتیں رکھی تھیں ان کو جتنی صفات سے متصف کیا گیا تھا انہوں نے وہ تمام کی تمام اپنے مقدس مشن پر خرچ کر دیں اور دنیا کو بتلا دیا کہ صحابہ کرامؓ سے زیادہ محترم اور معزز کوئی شے نہیں ہے اور ان مقدس شخصیات کے لئے ہم مسلمان اپنی جانیں قربان کرتے رہیں گے امیر عزیمت اپنی جان قربان کر کے یہ درس دیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دفاع کے لئے مٹ جانا اپنا اعزاز ہے، بچوں کو یتیم کروانا، اپنی بیویوں کو بیوہ کروا لینا، مگر اس مقدس اور ان نفوس قدسیہ پر آنچ نہ آنے دینا امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی کا تربیت دیا ہوا قافلہ خلیفہ عبدالقیوم مدظلہ کی سرپرستی اور مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہ کی صدارت میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

اے قائد! ہم تیرے بتائے ہوئے راستے سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے، تیرے بتائے ہوئے اصولوں پر کاربند ہیں اور جس منزل کی آپ نے نشاندہی کی تھی اس کی طرف لپکتے چلے جا رہے ہیں راستے میں آنے والی تمام رکاوٹیں عبور کرتے چلے جا رہے ہیں آج 19 سال بعد یہ مضمون تحریر کرتے ہوئے آپ کی روح سے وعدہ کرتا ہوں کہ تیرا چھوڑا ہوا مشن جب تک مکمل نظر نہیں آئے گا اور صحابہ کرامؓ کو آئینی طور پر تحفظ نہیں دلوائیں گے اس وقت تک مردانہ وار نہتے ہونے کے باوجود اسباب اور وسائل نہ ہونے کے باوجود لڑتے رہیں گے اور صحابہ کرامؓ کا دفاع اپنی جان پر کھیل کر بھی کرتے رہیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قائد انقلاب

علامہ ضیاء الرحمن فاروقی شہیدؒ

میں آنحضرت ﷺ کو مکہ کی ظالم حکومت کے مقابل حزب اختلاف بھی کہہ سکتا تھا مگر یہ عنوان یورپی سیاست کے فریب سے ایسا بدنام ہے کہ اس کا مصنون آپ ﷺ کو بنایا نہیں جاسکتا۔

''مکہ میں ابوجہل کی گورنمنٹ قائم ہے۔ ظلم وستم کا دور دورہ ہے، کوئی آواز نہیں اٹھا سکتا، بتوں کا تقدس مانا جاتا ہے، حقیقی خدا کی راہ سے پہلو تہی ہے۔ جو مخالف اٹھتا ہے، اس کا سر کاٹ دیا جاتا ہے...... دفعتاً ایک شخص محمد (ﷺ) فاران کی چوٹیوں سے اعلان کرتا ہے ......

فاران کی چوٹیوں سے دعوت انقلاب:

☆ ایک خدا کی شاہی قبول کرلو

☆ اسی نے تم کو پیدا کیا

☆ اسی نے زمین وآسمان بنائے

☆ اسی کی حاکمیت میں فلاح وکامرانی ہے

☆ ظلم وستم کی اندھیر نگری ختم کرکے اسی خدا کے عدل وانصاف کی راہ اختیار کرلو۔

☆ یہی سرمدی فلاح کا راستہ ہے

عجیب نعرہ تھا اور انوکھا عنوان تھا

حیرت انگیز منشور تھا اور بے مثال آواز تھا، جو اس محمد ﷺ نے لگایا ...... سارا ملک چونک اٹھا...... یہ کیا ہوگیا اور کیوں ہوگیا...... یہ محمد ﷺ کون ہے اور کیسی آواز ہے ...... تقریر وتحریر کی پابندی کا حکم کس نے توڑا ہے اور ہر طرف سے چہ میگوئیاں ہونے لگتی ہیں......

لیکن ایک پتھروں کی بارش ہوتی ہے اور اس نعرہ کا علمبردار زخموں سے چور کردیا جاتا ہے اور وہ اقتدار کی نگاہ ناخوش میں کھٹکنے لگتا ہے......

وہ محمد ﷺ جو سریر آرائے نبوت تھا، اپنی جماعت کے افراد پیدا کرنے کے لئے دن رات کوشاں رہتا ہے...... بالآخر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نامی ایک شخص مکہ کا تاجر ابتدائی رکنیت قبول کرلیتا ہے۔

اس طرح یکے بعد دیگرے 36 افراد جماعت میں شامل ہوجاتے ہیں...... سربراہ ابوجہل ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے ...... ہر طرح کی پابندی لگا کر دیکھ چکا ہے سوشل بائیکاٹ کی مہم جاری ہے...... تین سال کے لئے اسلامی انقلاب کے قائد کو اہل وعیال کے ہمراہ نظر بند کردیتا ہے .... مگر روز بروز اپنے پروگرام کو بڑھاتا اور چڑھاتا جارہا ہے آئے دن اس کی جماعت ترقی کرتی چلی جاتی ہے اس کو مکہ کا سارا اقتدار (سرداری، وزارت یا گورنری) پیش کیا جاتا ہے مگر وہ تو سارا نظام بدلنا چاہتا ہے پتھروں کی مورتیوں کو توڑ کر ایک خدا کے سامنے سب کو کھڑا کرنے کے درپے ہے .... اسے کوئی لالچ اور دھمکی اپنے مشن سے نہ روک سکی تھی .... وہ تمام پابندیاں توڑتا ہے، خدائی قوانین .... کی رکاوٹوں کو پاؤں کی نوک پر رکھتا ہے، بادشاہوں .... کا لاٹھی چارج سہتا ہے، مگر اپنا منشور ہر جگہ دہرا کر سناتا ہے .... اس کی جماعت کا ایک کارکن بلال (رضی اللہ عنہ) ہے اسے دیکھو اقتدار نے نشانہ ستم بنایا ہوا ہے .... تپتی ریت پر لٹایا گیا ہے .... جسم پر وزنی پتھر ہے کہ محمد ﷺ کی جماعت اور پروگرام کو خیرباد کہہ دے ایک خباب (رضی اللہ عنہ) ہے وہ انگاروں پر لٹایا گیا ہے...... ایک سمیہ (رضی اللہ عنہا) اس کی مخلص کارکن خاتون ہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے گئے ہیں .... خود قائد ذات نبوت ﷺ کے راستوں میں کانٹے بچھائے گئے ہیں .... یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ بتوں کو بھینٹ کیا جائے اپنا منشور نہ پیش کیا جائے ظلم روکنے کو نہ کہا جائے ناہمواریوں پر احتجاج نہ کیا جائے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ جو کلمہ پڑھ کر محمد ﷺ کی جماعت کی رکنیت قبول کرتا ہے سارا معاشرہ اس سے بائیکاٹ کرلیتا ہے۔

صحابہ کرام کے اس قافلے میں امیر حمزہ (رضی اللہ عنہ) جیسے پہلوان امیر عمر (رضی اللہ عنہ) جیسے بہادر، عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) جیسے مالدار اسی دور میں جماعتی حلقہ میں شامل ہوئے...... آنحضرت ﷺ کے خلاف ہر دن سازشوں کا سماں رہتا ہے۔

قصی بن کلاب کے قائم کردہ گورنمنٹ ہاؤس دارالندوہ میں ہنگامی اجلاسوں کا تانتا بندھا ہوا ہے...... ادھر جب بیت اللہ پر ابوجہل کی گورنمنٹ نے حکومتی کارندوں کا پہرہ بٹھا دیا تو آپ ﷺ نے دار ارقم کو مرکز اسلامی قرار دے دیا۔

اگرچہ ہمارے محسن سید کائنات ﷺ 13 سال تک مکہ میں انقلاب کے قائد ہے مگر آپ ﷺ کی زبان سے:

☆ کوئی جملہ اصولوں کے خلاف سرزد نہ ہوا۔

☆ آپ ﷺ نے کسی مخالف پر ذاتی تنقید نہیں کی۔

☆ آپ ﷺ نے اپنے استدلال میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

☆ آپ ﷺ نے کسی کا نام نہیں بگاڑا۔

☆ آپ ﷺ نے کبھی تہمت نہیں دی۔

☆ آپ ﷺ نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔

☆ آپ ﷺ نے کارکنوں کا کبھی دل نہیں توڑا۔

☆ آپ ﷺ نے اپنے پروگرام میں کبھی لچک پیدا نہیں کی جو بات ایک دفعہ فرمادی اسی پر قائم رہنا آپ ﷺ کا منشور تھا۔

☆ آپ ﷺ نے کبھی کسی کا خوف نہ کھایا۔

☆ آپ ﷺ نے کبھی لالچ ودرس پر نگاہ نہیں اٹھائی

(از سیرۃ ابن ہشام)

حالانکہ طائف والوں نے آپ ﷺ کو زخموں سے چور کردیا تھا مگر آپ ﷺ نے کوئی بددعا کا کلمہ ان کے حق میں نہ کہا تھا اور فقط ہدایت کی دعا فرمائی تھی۔

مشن جھنگوی کو فکر جھنگوی کے مطابق منزل تک پہنچانا ہے

مولانا مسعود الرحمان عثمانی (مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اہلسنت والجماعت)

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق کا مقصد و منشاء احقاق حق اور ابطال باطل بنایا ہے احقاق حق یعنی دین اسلام کا نفاذ اور کفر جو کہ باطل ہے اس کا علاج:

"ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکافرین (الانفال)

"اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کردے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے جڑ کافروں کی۔"

آغاز ہی سے اسلام مخالف قوتوں میں سے سب سے زیادہ فتنہ انگیزی اور منافقت سے جس نے اسلام ہی کے نام پر دین اسلام کو نقصان پہنچایا وہ شیعیت ہے...... جس کی ہر دور میں کوشش رہی ہے، کسی نہ کسی طریقہ سے دین اسلام صفحہ ہستی سے مٹ جائے یا اسکی ہیئت اتنی خراب کردی اور مشکوک کردی جائے کہ آنے والی نسلیں اسے اپنانے سے عاجز رہیں ...... لیکن رب العزت نے ہر دور میں شرار بولہبی کے مقابل چراغ مصطفوی ﷺ کو فروزاں اور روشن رکھا ہے اور یہ قیامت تک ان شاء اللہ روشن و تابندہ رہے گا...... البتہ کفر و باطل کے شر سے بچنے کے لئے اسکی جڑ کاٹنا ضروری ہے اسکی شیطنت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ سے لے کر آخری صحابی ؓ تک...... پھر تابعین سے لیکر تبع تابعین تک...... پھر حضرت مجدد الف ثانیؒ سے لیکر حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی تک اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ سے لیکر حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ تک اور پھر وہاں سے حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید تک ہر دور میں رب تعالیٰ انتظامات فرماتے رہے ہیں...... دشمنان اصحاب رسول ﷺ نے دین اسلام کی مضبوط عمارت کو منہدم کرنے کے لئے اپنے معاندانہ تیروں کے نشانے پر جن ستونوں کو لیا وہ حضرات صحابہ کرام ؓ کی مقدس و محترم جماعت ہے جو حضور اقدس ﷺ کی رسالت و نبوت ﷺ کے عینی گواہ، حضور ﷺ اور امت کے درمیان رابطہ و واسطہ اور معیار ایمان و مدار نجات ہیں...... لہٰذا ان کی حفاظت از حد ضروری تھی اور ضروری ہے چنانچہ علماء امت نے اس فریضہ کو اپنے اپنے دور میں بحسن و خوبی سرانجام دیا اگرچہ ان اکابر کا انداز دفاعی تھا جبکہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے مجددانہ انداز سے اس فتنہ کی سرکوبی کی مثلاً اہل تشیع صحابہ کرام ؓ کو گالی دیتے تو علماء کرام صحابہ کرام ؓ کی شان بیان فرما دیتے...... وہ صحابہ کرام ؓ پر اعتراض کرتے تو علماء کرام دفاع میں اس کا

شیعیت کی ہر دور میں کوشش رہی ہے کہ کسی نہ کسی طریقہ سے دین اسلام صفحہ ہستی سے مٹ جائے یا اس کی ہیئت اتنی خراب اور مشکوک کردی جائے کہ آنے والی نسلیں اسے اپنانے سے عاجز رہیں۔

مضبوط و مسکت جواب دیتے، شیعہ صحابہ کرام ؓ کے ایمان کو چیلنج کرتے...... تو علماء امت قرآن و حدیث سے اور اہل تشیع کی کتب سے صحابہ کرام ؓ کا ایمان ثابت کرتے تھے ...... صرف ہندوستان کی سطح پر دیکھا جائے تو ایسے ہی دفاع صحابہ کرام ؓ کا نقشہ نظر آتا ہے کہ ایک طرف ہندوستان میں رافضیت کے پھیلاؤ کا پہلا نشان نور جہاں تھی...... تو دوسری طرف امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ اس رفض و الحاد کے خلاف حق کا پہلا نشان ثابت ہوئے...... ملا نور اللہ شوستری لعنت اللہ علیہ نے خلفائے راشدین کے خلاف ایک رسالہ لکھا تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے صحابہ کرام ؓ کا دفاع کرتے ہوئے رد روافض اور مکتوبات امام ربانی سے اس کا خوب رد کیا...... اس کے بعد جب صحابہ کرام ؓ پر طعن و تشنیع کا بازار گرم کیا گیا تو حضرت شاہ ولی اللہ نے دفاع صحابہ میں ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء لکھی ...... اور پھر شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ لکھ کر رافضیت کا منہ توڑ جواب دیا ...... پھر حامد حسین نے زبان طعن دراز کی تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دفاع صحابہ کرام ؓ کرتے ہوئے اس کو مسکت جواب میں ہدیۃ الشیعہ لکھی...... پھر فرزند حسین ماتمی نے ایک رسالہ لکھ کر تبرا کیا تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے دفاع صحابہ کرام ؓ میں ہدایات الرشید الی افحام العنید لکھ کر رفض کے سر پر تیغ برہنہ لٹکادی محرم کی رسومات و بدعات کی بوچھاڑ ہونے لگی تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے سوالات کے جوابات دے کر صحابہ کرام ؓ کا دفاع کیا ...... پھر لکھنؤ سے جب تبرائی تحریکوں نے منظم انداز میں سر اٹھایا اور قدح صحابہ کو قانوناً جرم اور مدح صحابہ کو تحفظ فراہم کروا لیا تو حضرت عبدالشکور لکھنوی اور انکی کوشش سے حضرت حسین احمد مدنیؒ اور مفتی کفایت اللہ دہلوی جیسے اکابر علماء امت نے مدح صحابہ کو واجب قرار دیکر فتنہ رافضیت کا تعاقب کرتے ہوئے دفاع صحابہ کرام کا حق ادا کیا، خصوصاً مقبول حسین دہلوی کو انجم کے ذریعہ ناکوں چنے چبوائے...... پھر آگے چلتے ہوئے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت منظور احمد نعمانیؒ، حضرت مولانا عبدالستار تونسویؒ، حضرت مولانا دوست محمد قریشیؒ، حضرت مولانا نور الحسن بخاریؒ، مولانا اللہ یار خان چکڑالویؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا سرفراز خان صفدرؒ، مولانا مظہر حسینؒ، مولانا محمد نافعؒ، مولانا مہر محمدؒ حضرات نے بھی اسی دفاعی انداز میں دشمنان صحابہ کرام ؓ کی سرکوبی فرمائی، تقریر و تحریر...... مناظرے، مباحثے کے بڑے بڑے معرکے پیش آتے جن میں دفاع صحابہ کرام ؓ کا فریضہ خوب سرانجام دیا گیا...... جو یقیناً امت پر احسان عظیم بھی ہے اور ایک نعمت غیر مترقبہ بھی...... کیونکہ اس کے نتیجہ میں اتنا علمی اور مضبوط دلائل پر مشتمل مواد امت کو مل گیا کہ قیامت تک دلائل کے میدان میں مسلمان رافضیت سے مات نہیں کھا سکتے ...اس کے بعد حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ میدان عمل میں آتے ہیں، رافضیت کا خوب مطالعہ کرکے اور جانچ پرکھ کر انکی عیارانہ مکارانہ شعبدوں سے

شیعہ جب زکوٰۃ کا منکر ہے تو اسے زکوٰۃ لینے اور زکوٰۃ کمیٹیوں کا ممبر بننے کا حق بھی نہیں اس پر پابندی عائد کی جائے

واقفیت حاصل کر کے ایک مجاہدانہ انداز میں اس فتنے کی سرکوبی کے لئے کمربستہ ہوتے ہیں...... آج تک اکابر امت کا تحفظ ناموس صحابہ کے لئے جو دفاعی انداز تھا...... اس کے ساتھ ساتھ اقدامی انداز اپنایا...... اور مولانا حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ نے منبر...... چوک...... چوراہے پر سر عام اعلان کیا کہ تم ہوتے کون ہو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے والے تمہیں یہ حق اور جرأت کس نے دی کہ تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان پوچھو...... صحابہ تو ہمارے دین کے اندر کا مسئلہ ہے پہلے تم بتاؤ تمہارا ایمان کیا ہے تم مسلمان ہو کہ نہیں؟ اپنا ایمان ثابت کرو جب تم خود مسلمان ہی نہیں تو تمہیں یہ حق نہیں کہ تم صحابہ کے ایمان پر بحث یا اعتراض کرو...... اور فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید و تبرے کا سلسلہ تم نے بند نہ کیا تو میں تمہیں اور تمہارے مذہب کو گالی بنا دوں گا......

مولانا جھنگوی رحمہ اللہ نے اس انداز میں للکار کر گویا رافضیت کو ایسے ناکوں چنے چبوائے اور انکے سینے پر مونگ دل کر انہیں دن کے اجالے میں تارے دکھا دیے...... رافضیت چلا اٹھی، ایران کے ایوانوں میں زلزلہ طاری ہو گیا، مجوسیت کی نیندیں اڑ گئیں...... انہوں نے پوری سنی قوم کو بیدار کر کے اپنے ساتھ کھڑا کر لیا، ایک فکر، مشن اور ایک کاز دیا کہ سنیو اہم اگر تم انقلاب چاہتے ہو اور اپنے حقوق کا حصول اور تحفظ چاہتے ہو تو تمہیں جان ہتھیلی پر رکھ کر نکلنا ہوگا...... یہ حق تمہیں قراردادوں، مطالبات پیش کرنے سے نہیں ملے گا...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والی زبان صرف دلائل دینے سے بند نہیں ہوگی...... ملک میں خلفاء راشدین کا نفاذ صرف تقریروں سے نہیں ہوگا...... اس کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر ہتھکڑی، بیڑی پہننا ہوگی، جیلوں کو آباد کرنا ہوگا، جہاں قانون سازی ہوتی ہے وہاں خود بیٹھنا ہوگا، تب جا کر تمہیں تمہارا حق ملے گا...... اس حقوق کے حصول کے لئے مندرجہ ذیل موقف اور فکر قوم کے سامنے پیش کیا

(1) ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ بطرز خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم چاہیے، اس کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ دشمنان اصحاب رسول ﷺ ہیں انکے کفر کو بے نقاب کر کے انہیں قادیانیت کی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا ہوگا، اس لئے حضرت جھنگوی شہید رحمہ اللہ نے فرمایا سنیو! آؤ میرے ساتھ...... ملکر اس کفر کو اسلام سے علیحدہ کریں اس دجل کو ننگا کر دیں اور اسلام کی برگزیدہ ہستیوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی تقدیس کی حفاظت کر کے اسلام کو داغدار ہونے سے بچائیں۔

(2) مولانا جھنگوی شہید رحمہ اللہ نے فرمایا سپاہ صحابہ سنی حقوق کی جنگ لڑ رہی ہے مدح اصحاب رسول ﷺ کو عام کرنے کے لئے دشمنان اصحاب رسول کا کفر ملت اسلامیہ پر واضح کرنے کے لئے اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے خلاف تبرے کی زبان بند کرنے کے لئے میدان عمل میں اترے ہیں اور یہ جنگ اس وقت جاری رہے گی جب تک اصحاب رسول ﷺ کے خلاف لکھنے والا قلم توڑ نہیں دیتے

(3) مولانا کی فکر تھی کہ پاکستان کو سنی اکثریتی آبادی کی بنیاد پر سنی اسٹیٹ قرار دیا جائے کیونکہ بین الاقوامی اصول ہے، ہر ملک کا پبلک لاء اسکی اکثریت پر ہوتا ہے، مثلاً انگلینڈ کا سرکاری مذہب عیسائی ہے چنانچہ سربراہ مملکت حلف اٹھاتا

ہے کہ وہ مقاصد انجیل اور سرکاری مذہب کی ترجمانی کرے گا آئر لینڈ کا سرکاری مذہب رومن چرچ کے مطابق ہے...... سپین کا سرکاری مذہب کیتھولک ہے، صدر اسکا پابند ہے، پرتگال کا بھی اسی طرح ہے، یونان کا سرکاری مذہب ایسٹرن اور تھوڈکس ہے...... سویڈن کے صدر کے لئے ضروری ہے کہ وہ خالص ایونجیکل مذہب اختیار کرے اسی طرح دیگر ممالک میں بھی ہے، افغان کا مذہب، سعودی عرب کا مذہب اسلام ہے ایران میں سرکاری مذہب شیعہ اثنا عشریہ ہے، صدر وزیر اعظم کا تیسری نسل کا اثنا عشری ہونا لازم ہے تو پھر پاکستان کو بھی سنی اکثریتی آبادی کی بنیاد پر سنی اسٹیٹ ہونا چاہئے جیسے ایران شیعہ اسٹیٹ بنایا گیا اور صدر، وزیر اعظم سپیکر اسمبلی ہائی کورٹ، سپریم کورٹ اور فوج کی ہائی کمان صرف سنی کو مقرر کرنا لازم قرار دیا جائے۔ باقی تمام ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم رائج کیا جائے...... نیز مردم شماری پاکستان میں سنی، شیعہ بنیادوں پر کروائی جائے تاکہ ایران میں سنی اقلیت کو (جو کہ اگرچہ 35 فیصد ہیں) جو حقوق دیے گئے ہیں اسی اعتبار سے پاکستان میں شیعہ جو دو فیصد سے بھی کم ہے اس کو دیے جائیں۔ وہاں 35 فیصد سنیوں کو مسجد بنانے کی اجازت نہیں یہاں گلی گلی امام باڑے کیوں؟

اگر فرقہ واریت ہے تو پھر پوری دنیا میں اور خصوصاً ایران میں یہ سب کچھ ہے تو وہاں اعتراض نہیں تو ہم پر بھی فرقہ واریت کا الزام غلط ہے یہ فرقہ واریت نہیں بلکہ ہمارا حق ہے......

مولانا رحمہ اللہ کو اس وجہ سے یہ بھی فکر تھی کہ تمام ماتمی

> **آج بحمداللہ مدح صحابہ کرامؓ پاک وہند کیا دنیا بھر میں عام ہے اور قدح صحابہ کی زبانیں گنگ ہو کر رہ گئی ہیں۔**

جلوس بند کر کے عزاداروں کو امام باڑوں تک محدود کیا جائے کیونکہ یہ جلوس ایران، لبنان، شام وغیرہ میں نہیں تو پاکستان میں کیوں؟ اور پھر اگر عبادت ہے جلوس نکالنا تو عبادت عبادت خانہ میں ہوتی ہے باہر نہیں لہذا انہیں محدود کیا جائے...... بصورت دیگر اہل سنت بھی ایام ہائے وفات و شہادت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے موقع پر بھرپور جلوس نکالیں اور مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عام کریں یا شیعیت کے جلوس بھی بند ہوں یا پھر ہمیں بھی اپنے محسنوں کو سر عام خراج تحسین پیش کرنے کا حق دیا جائے۔

مولانا جھنگوی رحمہ اللہ کی فکر یہ بھی تھی کہ شیعہ جب زکوٰۃ کا منکر ہے تو اسے زکوٰۃ لینے کا بھی حق نہیں اور زکوٰۃ کمیٹیوں کا ممبر بننے کا حق بھی نہیں لہذا اس پر پابندی عائد کی جائے۔

مولانا کی یہ فکر تھی کہ پاکستان میں سب سے بڑا فوجی اعزاز نشان حیدر ہے اسی طرح تمغہ صدیقی رضی اللہ عنہ، تمغہ فاروقی رضی اللہ عنہ، تمغہ عثمانی رضی اللہ عنہ، تمغہ معاویہ رضی اللہ عنہ، تمغہ حسین رضی اللہ عنہ، تمغہ خالد رضی اللہ عنہ بھی ہونا چاہئے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو سنی قوم کے ساتھ یہ سراسر زیادتی ہے، مزید یہ کہ سول اعزازات میں اور اہم عمارتوں، بلاکوں، شاہراہوں اور شہروں کو ممتاز صحابہ کرام کے ناموں سے موسوم کیا جائے۔

مولانا جھنگوی رحمہ اللہ کی یہ فکر بھی تھی کہ ملک بھر میں سرکاری سطح پر حضرات خلفاء راشدین کی ایام ہائے وفات و شہادت عام تعطیل کا اعلان کر کے ان مقدس ایام پر ان مقدس اشخاص کی تعریف و توصیف پر ریڈیو ٹیلی ویژن اخبارات میں اور اہم سرکاری مقامات پر سرکاری طرف سے پروگرام نشر کئے جائیں اور سب سے اہم یہ کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی توہین و گستاخی کو قانوناً جرم قرار دیا جائے اور مرتکب کو موت کی سزا دی جائے۔

حضرت جھنگوی شہید رحمہ اللہ نے اس فتنہ رافضیت کی سرکوبی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق:

"ویقطع دابر الکافرین"

اکھاڑنے کے لئے تجدیدی انداز میں ایک مکمل فکر کو مشن بنا کر قوم کے سامنے پیش کیا...... اور پوری صلاحیتوں سے اس فکر کو ذہن نشین کرایا، ہر قسم کی مشکلات، مقدمات، جیل، ہتھکڑی، بیڑی، پابندی، ظلم و تشدد، طعن و تشنیع برداشت کر کے کٹ تو گئے مگر بتوفیق اللہ تعالیٰ اس فکر و مشن پر قوم کو بیدار فرما گئے بلکہ ہندوستان میں مدح صحابہ پر پابندی اور قدح صحابہ کرام عام تھی جبکہ آج بحمداللہ مدح صحابہ کرام

پاک و ہند کیا دنیا بھر میں عام ہے اور قدح صحابہ کی زبانیں گنگ ہو کر رہ گئیں ہیں اور خدانخواستہ کسی طرف سے تبرے کی آواز اٹھتی بھی ہے تو مسلمان قانون سے یا اپنی ایمانی جرات سے اس زبان کو گدی سے نکال کر باہر کرتے ہیں یہ جرأت اور ہمت جھنگوی ؒ کی فکری تربیت کا نتیجہ میں قوم کو میسر آئی آج بحمد اللہ ملک بھر میں سر عام کانفرنسیں مدح صحابہ پر اور جلوس بھی شاہراہوں پر موجود ہیں کسی کی جرات نہیں کہ وہ انکو روک سکیں......اور دوسری طرف حق نواز ؒ کی فکری صدائیں عظمت صحابہ کو بیان کرتے ہوئے اور دشمنان صحابہ کا تعاقب کرتے دنیا بھر میں گونج رہی ہیں......کبھی قومی اسمبلی میں مولانا ایثار القاسمی ؒ اور مولانا اعظم طارق ؒ اور کبھی سپریم کورٹ میں علامہ علی شیر حیدری ؒ اور کبھی فیصل مسجد اسلام آباد کی مشترکہ کانفرنس میں......اور کبھی ایکسپریس نیوز کے ٹی وی چینل پر مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہ اور کبھی طالبان کے اجلاس افغانستان میں تو کبھی کویت کی عدالت میں اور کبھی مسجد نبوی ﷺ کے منبر پر الحذیفی ، اور کبھی سعودی علماء سپریم کونسل کے فتویٰ میں حق نواز بول ؒ رہا ہے ان سب صورتوں میں حق نواز جرات سے بول رہا ہے اور عظمت صحابہ ؓ کا ایمان افروز رس گھول رہا ہے ، دشمنان صحابہ کے دجل فریب اور کفر کا پول کھول رہا ہے......دوسری طرف دشمنان صحابہ اب دفاعی پوزیشن میں آ گئے ہیں......کبھی حکمرانوں کے پاس جا کر کبھی نام نہاد اتحادوں کا سہارا لے کر کبھی سیاسی لیڈروں کے پاس جا کر منت سماجت کر رہے ہیں کہ ہم صحابہ کرام ؓ کے خلاف کچھ نہ کہنے کی گارنٹی دیتے ہیں......لیکن سپاہ والوں سے کہو کہ ہمیں کافر کہنا بند کریں......اب میری اور صحابہ ؓ کے غلاموں سپاہیوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس مشن جھنگوی ؒ کو فکر جھنگوی ؒ کے مطابق لے کر جرات اور ہمت خلوص واستقامت کے ساتھ آگے بڑھیں......اور گرتی ہوئی دیوار کو ایک دھکا اور دو کے مترادف دشمنان صحابہ کو کھنڈرات کی طرح نشان عبرت بنا دو تاکہ اگلی نسلیں بھی صحابہ کرام پر تبرا کا تصور نہ کر سکیں......جب ایک ہی شخص حضرت جھنگوی کی جرات نے دشمن کو یہاں تک لا کھڑا کیا ہے تو جب ہم سب حق نواز ؒ کی صدا بن جائیں......حق نواز ؒ کا دماغ بن جائیں......حق نواز ؒ کا وجود بن جائیں......حق نواز ؒ کی زبان بن جائیں......حق نواز ؒ کی عملی سوچ بن جائیں تو کیا خیال ہے رافضیت لمحہ بھر مقابل ٹھہر سکے گی؟ اور سنی حقوق پامال کرنے کی جرات کسی کو ہو سکے گی؟ قطعاً نہیں تو پھر آیئے پھر عہد کریں کہ آج کے بعد جماعتی زندگی میں اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سوچنا، فکر و نظر، اخلاص، تقویٰ، خودداری، جرات، استقامت، تقریر و تحریر، اسیری، آزادی سب میں حق نواز ؒ جھلکتا ہوا نظر آئے......اور دشمن صحابہ خاک پر تڑپتا ہوا نظر آئے۔

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ

از قلم: خطیب پاکستان مولانا ضیاء القاسمی شہیدؒ

مولانا حق نواز جھنگوی جھنگ صدر سے 25 میل شمال کی طرف تھانہ مسن کے قصبے موضع چیلہ ریحانہ کے چاہ بوہڑ والا جو دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے میں جولائی 1952ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے، والد ماجد کا اسم گرامی میاں ولی محمد تھا جو علاقے کے معمولی کسان اور کھوجی تھے۔ آپ کی قوم سپرا کہلاتی ہے جو اس علاقے کے قدیم باشندوں کی شاخ ہے۔

آپ ایک سال ہی کے تھے کہ والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اپنی پھوپھی کی پرورش میں آ گئے ساتویں سال میں آپ کو گورنمنٹ پرائمری سکول (اب ہائی ہے) موضع چیلہ میں داخل کرایا گیا جہاں خداداد ذہانت سے ایک سال میں اول، دوم پاس کر کے جماعت سوم میں پہنچ گئے۔

مزید تعلیم:

ابھی پرائمری پاس نہیں کی تھی کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک میں موضع چیلہ میں شبینہ کا اہتمام تھا آپ بھی سننے والوں میں شامل تھے، وہیں اس ننھے بچے کا دل مچل گیا اور سکول چھوڑ چھاڑ کر حفظ قرآن کی طرف متوجہ ہو گئے، چنانچہ آپ کے ماموں حافظ جان محمد نے اپنی شاگردی اور نگرانی میں لے لیا...... آپ نے ان سے صرف دو سال اور چند ماہ میں مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا، گھر والوں کے رجحان کے برعکس آپ کا طبعی میلان علوم دینیہ کی طرف ہی ہو گیا، چنانچہ اپنے ماموں کی وساطت سے "عبدالحکیم" (ضلع خانیوال میں ایک مقام ہے کسی شخص کا نام نہیں) چلے گئے جہاں آپ نے جامع مسجد شیخاں والی میں حضرت قاری تاج محمد سے مشق تجوید اور کچھ قرأت پڑھی پھر جلد ہی آپ قریبی علاقے کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم کبیروالا میں آ گئے کئی سال تک زیر تعلیم رہے، آپ کے مخفی جوہر کھلنے لگے، تقریر و تحریر کا ملکہ قدرت نے فطری ودیعت کر رکھا تھا، وقتاً فوقتاً دیہات میں جاتے، تقاریر کرتے، جمعہ پڑھاتے اسی طرح ساتھی طلباء کی اسباق و تکرار میں لائق فائق اور محنتی طالب علم ہونے کی حیثیت سے مدد کرتے، مطالعہ کتب کا شوق اس قدر تھا کہ طلبہ اور ہم درس آپ کو کتابوں کا دیمک کہتے تھے انہیں کیا خبر تھی کہ یہ مطالعہ اور محنت ہی آگے چل کر ان کی زندگی میں تلاطم پیدا کرے گی ایسے ہی طلباء میں مباحثہ کرتے مناظرے کا رنگ جماتے۔

اساتذہ کرام:

دارالعلوم کبیروالا کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا علی صاحب، حضرت الشیخ مولانا عبدالمجید صاحب (اس وقت باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث ہیں)، مولانا منظور الحق، مولانا ظہور الحق صاحبان اور مولانا صوفی محمد سرور صاحب (حال شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور) قابل ذکر ہیں۔

دورۂ حدیث پاک:

درس نظامی کی تکمیل دارالعلوم کبیروالا سے کرنے کے بعد آپ نے ملتان کی معروف دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس میں داخلہ لے لیا جہاں آپ نے دورۂ حدیث مکمل کیا حدیث میں آپ کے اساتذہ میں مولانا مفتی عبدالستار صاحب، علامہ محمد شریف صاحب، مولانا محمد صدیق صاحب جالندھری وغیرہ شامل ہیں۔

تعلیم مناظرہ و فراغت:

امتحان دورہ حدیث کے حصول بعد اپنی افتاد طبع اور تحقیقی مزاج کی تشفی کے لئے کوٹ ادو چلے گئے جہاں کچھ عرصہ مولانا دوست محمد قریشی مرحوم اور مولانا عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہ سے رد رفض و تشیع اور رد شرک و بدعت و قادیانیت وغیرہ پر مناظرہ پڑھا، علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک چھوٹے سے دینی مدرسہ میں بطور کتابی مدرس کام کرنے لگے مگر جس قدر قدرت نے صلاحیتیں ودیعت کر رکھی تھیں وہ چھوٹا سا ادارہ اس کے لئے کافی ثابت نہ ہو سکا، چنانچہ صرف ایک سال کام کرنے کے بعد وہ جگہ چھوڑ دی کیونکہ آپ اس سے ذرا وسیع میدان کے متلاشی تھے۔

> **سنی نوجوان آپؒ کے گرد اس طرح منڈلاتے نظر آتے جیسے پروانے شمع کے گرد چکر کاٹ رہے ہوں جدھر کو نکل جاتے قافلہ خود بخود تیار ہو جاتا۔**

ورود جھنگ:

ٹوبہ سے آپ جھنگ آ گئے اور گوجرہ روڈ پر رانا کالونی میں ایک عزیز کے ہاں قیام کیا، انہوں نے مولانا سے درخواست کی کہ آج کل دینی مدرسوں میں چھٹیاں ہیں آپ میرے بچوں کو قرآن کریم حفظ کرائیں اور تراویح میں میری منزل سنتے رہیں، میرے ہاں ہی آپ کا قیام و طعام ہو گا اور اخراجات کے لئے تیس روپے کا وظیفہ میں پیش کرتا رہوں گا، ان کا بیان ہے کہ قریبی مسجد میں جگہ نہ ملنے کے باعث قریب ہی ایک اور مسجد کے لئے مختص جگہ پر ہم نے مٹی ڈال کر ایک چبوترا سا بنا لیا، جہاں میں قرآن کریم سناتا تھا اس دوران میرے بیٹے حافظ صبغت اللہ نے ان سے تیسرے پارے کا کچھ حصہ حفظ کیا اسی چبوترے پر (جہاں اب مسجد ہے) ہمیں مولانا نے ایک جمعہ بھی پڑھایا۔ بعد میں جھنگ صدر کے ایک خطیب (مولانا اسد اللہ قاسمی مرحوم) کی وساطت سے آپ کی بات پپلیاں والا محلہ کی انتظامیہ سے ہو گئی، پپلیاں والا محلہ کی مسجد کے پرانے امام و خطیب فوت ہو گئے تھے اور ان کی جگہ جو دوسرے رکھے گئے تھے وہ بھی رمضان ہی میں چھوڑ چھاڑ گئے تھے انتظامیہ کو ایک مستقل مزاج ذی استعداد صاحب علم کی ضرورت تھی جب آپ کی انتظامیہ کمیٹی سے بات چیت ہوئی تو اس مرد قلندر نے رہائش و دیگر شرائط وغیرہ کچھ بھی مطالبے نہ رکھے فرمایا بھائی کام کرنے کا موقع دے دو باقی جو سمجھ میں آئے دے دینا، ورنہ اللہ مالک، چھوڑ کر بھاگوں گا نہیں...... خاطر جمع رکھو۔

جب آپ نے پہلا تجرباتی جمعہ پڑھایا تو حاضرین نے تقریر پسند کی انہیں اس پر بھی خوشی ہوئی کہ مخلص اور صاف گو نوجوان عالم مل گیا ہے، حاجی اللہ دسایا صدر انجمن مسجد ہذا کا کہنا ہے کہ نہایت ہی ہلکے پھلکے بدن کے مالک اور مختصر قد کاٹھ کے سادہ شکل و صورت کے عام سے مولوی نظر آتے تھے مگر تقریر ہمیں زیادہ بھا گئی۔

چنانچہ 23 اگست 1973ء بروز جمعرات محلہ پپلیاں والی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں بطور خطیب و امام مسجد تقرری کے ساتھ گویا کہ آپ کی دیرینہ خواہش کے لئے راستہ ہموار ہو گیا کہ اپنے ضلع میں رہ کر کچھ کام کر سکوں جس کا داعیہ اپنے دل میں بچپن ہی سے گرد و پیش کے احوال دیکھ کر لئے ہوئے تھے مولانا اپنی قوم کی زبوں حالی اور دینی انحطاط پر کڑھتے تھے اور ہر وقت بےچینی محسوس کرتے تھے اب آپ اپنے ضلع میں منتقل ہو گئے تھے اور اس احساس کا ازالہ کرنا چاہتے تھے یہی وجہ ہے کہ سنی نوجوان مولانا کے گرد اس طرح منڈلاتے نظر آتے جیسے شہد کی مکھیاں چھتے کے گرد یا پروانے شمع کے گرد چکر کاٹ رہے ہوں، جدھر کو نکل جاتے قافلہ خود بخود تیار ہو جاتا لوگ دوڑے دوڑے مصافحہ کے لئے آ رہے ہیں چند لمحے جس کے ہاں قیام ہو گیا وہ اپنی خوش بختی پر نازاں و فرحاں، نامعلوم اس شخص کے خلوص کا کرشمہ تھا یا صحابی کی کرامت

مولانا حق نواز جھنگوی کی جدوجہد:

جب بھی کسی مقام پر مولانا حق نواز رحمہ اللہ کی تقریر کا اعلان ہوتا یا کسی جلسہ عام کا اعلان کیا جاتا تو ضلعی افسران فوراً دفعہ 144 کا نفاذ کر دیتے مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ نے اس دفعہ

144 کو شکست دینے کی ٹھان لی اور فیصلہ کیا کہ دفعہ 144 کے باوجود جلسے کئے جائیں اور دفعہ 144 کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دی جائیں جب لیڈر جرأت وبہادری کا پیکر ہو تو عوام بھی اس پر پروانہ وار فدا ہوتے ہیں چنانچہ عوام نے مولانا کے اس جرات مندانہ فیصلہ کا ساتھ دیا اور انتظامیہ نے اگر 144 کا سہارا لے کر مولانا حق نواز ؒ کے تبلیغی جہاد کو روکنے کی کوشش کی تو نوجوانوں نے سر عام کانفرنسوں کا انعقاد کر کے 144 کے پرخچے اڑا دیئے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو یہ باور کرادیا کہ اصحاب رسول ﷺ کے تحفظ اور ان کی عظمتوں کو عام کرنے کے لئے کسی قانونی رکاوٹ کو برداشت نہیں کیا جائے گا......

پرانا نسخہ آزمایا گیا کہ مولانا حق نواز ؒ جس ضلع کا رخ کرتے تو وہاں ان کا داخلہ بند کر دیا جاتا اور اس کے لئے یوں کیا جاتا کہ جونہی ضلع انتظامیہ کو مولانا حق نواز ؒ کے متعلق خبر ملتی کہ وہ کسی شہر میں تقریر کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں تو ضلعی انتظامیہ فوراً اس ضلع میں مولانا کے داخلہ پر پابندی لگا دیتی اور مولانا سے اس آرڈر پر تعمیل کرانے کے لئے پولیس ٹیمیں بنا دی جاتیں جو اپنی روایتی کوششوں سے مولانا حق نواز ؒ سے تعمیل کرا لیتیں۔ اس طرح اہل سنت کے تبلیغی اجتماع کو ختم کر دیا جاتا۔ جس میں یاران رسول ﷺ اور اہل بیت کی عظمت بیان ہوتا تھی اور ہزاروں لوگوں کو صحابہ کرام ؓ کی مقدس اور ایمان افروز سیرت سے اپنے ایمان کو حلاوت بخشنا تھی۔

اس طرح اگرچہ وقتی طور پر اہل سنت کا جلسہ یا اجتماع ضرور ختم کر دیا جاتا مگر اس کے رد عمل کے طور پر صوبائی انتظامیہ، ڈویژنل انتظامیہ، ضلعی انتظامیہ اور مقامی انتظامیہ کے خلاف اس قدر زبردست اشتعال اور نفرت پیدا ہوتی کہ شاید جلسہ ہونے پر یوں رد عمل سامنے نہ آتا...... جو رد عمل جلسہ ہونے پر علاقے بھر میں اشتعال اور نفرت کی شکل میں سامنے آیا۔

نوکر شاہی نے دفعہ 144 کا ہتھیار استعمال کیا تو مولانا حق نواز شہید ؒ کے اخلاص نے انہیں سنی نوجوانوں کا ایسا حلقہ عطا فرما دیا جن کے تعاون اور ساتھ نے دفعہ 144 کا ہتھیار بیکار کر دیا اور پورے ملک میں دفعہ 144 کے نفاذ کے باوجود اصحاب رسول ﷺ کی عظمت اور رفعت کا تذکرہ عام ہو گیا۔ اجتماعات اور کانفرنسوں کا جال بچھ گیا اور پورا ملک صحابہ کرام ؓ کے ذکر سے گونج اٹھا۔ اصحاب رسول کے دشمنوں کی نیندیں حرام ہو گئیں حکومتوں کی سرپرستی میں پلنے اور پھولنے والے افکار وعقائد دبک گئے...... دھبے پڑنے لگے...... چہروں پر افسردگی آ گئی...... دلائل کا زور ٹوٹنے لگا...... حکمرانوں کی ساحرانہ تدبیریں ایک ایک کر کے ناکام ہونے لگیں اور سبائیت کے محلات میں زلزلہ برپا ہونے لگا یہودی لابی بے بس ہو گئی...... قاتلان حسین ؓ کے روحانی فرزندان افسردہ افسردہ نظر آنے لگے۔

مولانا حق نواز ؒ نے "داخلہ بندی" کے ہتھیار کو بھی غیر موثر بنانے کا فیصلہ کر لیا اور طے کر لیا کہ جس ضلع میں داخلہ بند ہو گا وہاں ڈپٹی کمشنر کے اس حکم کو نہیں مانا جائے گا اس پر انہوں نے استدلال یہ قائم کیا کہ چونکہ اصحاب رسول اور قرآن وسنت کی بات کرنا...... دین اسلام کی تبلیغ کرنا مسلمانوں کے فرائض میں شامل ہے کسی حکمران کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام اور قرآن وسنت کی تبلیغ پر پابندی لگائے۔ یہ پابندی خلاف اسلام حرکت ہے دین کے خلاف سازش ہے اور پاکستان جیسی مملکت کے بنیادی اور اساسی نظریہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کسی حکمران کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اسلامی اور مذہبی عقائد میں مداخلت کر کے اسلام کے احکامات سے انحراف کرے۔ لہٰذا اس قسم کا حکم غیر اسلامی ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہے چنانچہ مولانا حق نواز ؒ نے ضلع میں داخلے کی پابندی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

تف ہے بعض سنی کہلانے والوں پر جو شیعہ کی مجالس کی رونق بڑھاتے ہیں اور اپنی جہالت کے باعث تعزیہ کو کندھا دے کر اس شرک کو باعث ثواب سمجھتے ہیں۔

علامہ جھنگوی ؒ کا موقف:

مولانا جھنگوی ؒ کا موقف کیا تھا جب تک اس نقطے کو بغور سمجھ لیا جائے بات کی تہہ تک پہنچنا ممکن نہیں۔

مولانا چاہتے تھے شیعہ مسلم فرقہ نہیں اسے پاکستان میں قادیانیوں کی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا چاہئے۔ مولانا کی سیاست کا مقصد بھی یہی تھا اور تحریک کا بھی اور ملک میں مذہبی اتحاد "سنی مجلس عمل" قائم کرنے کا داعیہ بھی یہی تھا وہ صرف اور صرف سنی اتحاد چاہتے تھے۔ مولانا چاہتے تھے کہ یا تو قومی اسمبلی میں بل پیش ہو یا عدالت میں مسئلہ اٹھے اور میرا موقف مبرہن ہو اور شیعہ غیر مسلم اقلیت قرار پائیں، وہ چاہتے تھے کہ جس طرح ایران میں سنی آبادی چالیس فیصد ہونے کے باوجود اقلیت اور ایک گونہ مظلومیت کی زندگی بسر کر رہی ہے، یہاں کم از کم اتنا ہو کہ ہمیں اپنا جائز مقام حاصل ہو، ہمارا اعلیٰ تعلیم یافتہ سنی نوجوان فٹ پاتھ پر بے روزگاری کے ہاتھوں مارا مارا پھرتا ہے اور شیعہ کی سازشوں سے ان پڑھ شیعہ نوجوان بھی ملازمت کر رہا ہے، سنیوں کے ساتھ یہ کھلی بے انصافی ہو رہی ہے اور وہ بھی اپنے وطن میں اور اپنی اکثریت کے باوصف اسی طرح جیسا کہ افریقہ میں گوری چمڑی والی اقلیت کالوں کی واضح اکثریت پر حکمرانی کر رہی ہے یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

کسی حکمران کو اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اسلامی اور مذہبی عقائد میں مداخلت کر کے اسلام کے احکامات سے انحراف کرے۔

مولانا کا موقف تھا کہ پاکستان کو سنی سٹیٹ قرار دیا جانا چاہئے جیسا کہ ایران کو شیعہ سٹیٹ قرار دیا گیا ہے نیز مردم شماری شیعہ سنی بنیاد پر کرا کر شیعوں کے اس دعوے کی بھی قلعی کھول دی جائے کہ ہم پاکستان میں دو کروڑ ہیں...... فرماتے، میں ملک کے طول وعرض میں گھوما پھرا ہوں شیعہ کی آبادی مجموعی طور پر اسی لاکھ سے زیادہ نہیں، بشمول تمام فرقے (اسماعیلیہ، آغا خانیہ، زیدیہ اور اثنا عشریہ وغیرہ) اسی طرح مولانا اسمبلیوں میں اور اعلیٰ عہدوں پر شیعوں کا کوٹہ مقرر کرنے کے خواہش مند تھے۔

سنی ریاست (سٹیٹ) قرار پانے کی صورت میں وزارت عظمیٰ، وزارت اعلیٰ، سپریم کورٹ کا جج، ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور فوج کی سپریم کمان صرف سنی کے پاس ہو سکے باقی اعلیٰ ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم......

مولانا کا ہمیشہ مطالبہ رہا کہ شیعہ کے ماتمی جلوس ان کی عبادت گاہوں اور امام باڑوں تک محدود ہونے چاہئیں یہ تو ہماری سڑکوں، گلیوں، بازاروں میں تبرا کرتے پھریں اور ہمارا سنی بھائی سرکاری دباؤ کے تحت یا ڈر کے مارے یا بے غیرتی سے اپنی دکان اور کاروبار معطل کئے ہوتے ہیں، اس پر بس نہیں، بعض مقامات پر تعزیے کے راستے پر پانی چھڑکا کر اور سبیلیں لگا کر شیعہ کو مزید حوصلہ دیا جاتا ہے تو پھر...... فرماتے تف ہے ان سنی کہلانے والوں پر جو شیعہ کے تعزیے دیکھنے جاتے ہیں اور ان کی مجالس کی رونق بڑھاتے ہیں بعض اپنی جہالت اور نادانی کے باعث تعزیہ (بت خانہ) کو کندھا دیتے ہیں اور اس شرک کو باعث ثواب سمجھتے ہیں۔

مولانا فرماتے...... یہ کیسی عبادت ہے جو ہمارے دروازوں اور کوچہ وبازار میں ادا ہو رہی ہے جس میں ہمارے ایمانوں پر حملہ کیا جاتا ہے مسلمانوں کی مقدس ہستیوں پر تبرا کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی جاتی ہے۔

فرماتے، ملک میں ہر سال محرم الحرام میں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، ملک کی انتظامی مشینری محرم کے دس بارہ دن تقریباً معطل ہو کر رہ جاتی ہے، اس کا کام صرف شیعہ کے جلوس نکلوانا، ان کی حفاظت کرنا، بجلی کی تاریں ہٹانا، پانی چھڑکوانا وغیرہ امور ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایران کے دارالحکومت تہران میں سنی مسلمانوں کو آج تک ایک مسجد کی تعمیر کی اجازت نہیں دی گئی، وہ عیدین کی نمازیں اپنے سفارت خانوں کے لانوں میں ادا کرتے ہیں یا پھر سرے سے ہی نہیں ادا کر سکتے، سنیوں کی اتنی بڑی آبادی کے باوجود بھی ایران میں ان کو کسی احتجاج، جلوس، جلسہ یا کسی تقریب منانے کا ثبوت مہیا نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالبہ تھا کہ ایمان کی اساس کلمہ طیبہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا بازی بدترین جرم ہے اسے قانوناً سخت ترین جرم قرار دیا جائے اور اس سلسلہ میں آئے دن جو شیعہ کتابیں پمفلٹ وغیرہ شائع ہوتے ہیں ان پر پابندی لگائی جانی چاہئے۔ بصورت دیگر ضبط کر لی جائیں اس سلسلہ میں قانون میں کسی قسم کی کوئی گنجائش یا لچک نہیں ہونی چاہئے۔

سوچئے تو ہمارے ہاں قائداعظم، لیاقت علی خان، علامہ اقبال یا پاکستان کی توہین کو جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا بھی موجود ہے اور ایسی حرکت کے مرتکب کو ہر طرف سے لعن طعن بھی ہوتی ہے اور الزام بھی دیئے جاتے ہیں مگر مقدسین امت کی ذوات قدسیہ کے سلسلہ میں اتنا بھی نہیں ہے پاکستانی پرچم کے لئے کھڑے ہو کر احترام بجا لانے کی روایت قائم ہے مگر محمدی ﷺ پرچم کی توہین ہوتی ہو، نبوی امانت قرآن کریم کی توہین ہو، روضہ اقدس نبوی کے ہم نشینوں کی توہین ہو، روضہ مکرم کو گرانے، اکھیڑنے اور حضرات شیخین کے اجساد مطہرہ کو نکال پھینکنے (لا فعل اللہ ذالک) کی تحریریں لکھی جائیں اور چھپیں اس پر نہ ہمارا سنی مسلمان اور نہ ہی حکمران ٹس سے مس ہو۔

جب کبھی مولانا کا روئے سخن پولیس کی پکڑ دھکڑ اور دفعہ 144 کی خلاف ورزی کی بنا پر کارکنوں یا غیور مسلمانوں پر مقدمات کی طرف ہوتا تو آپ کا لب ولہجہ قدرتی طور پر سخت ہو جاتا اور غیض وغضب کی بجلیاں گراتے، فرماتے کہ تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری انگریز کی موروثی دفعہ 144 کا احترام کریں تمہارا حکم نامہ آئے ...... تعظیم بجا لائیں اور بلا چوں وچرا تمہارے اشارے پر ناچیں ...... تحریکیں ...... اس کے برعکس تمہاری آنکھوں کے سامنے امام باڑوں، امام بارگاہوں اور بازاروں میں امت کی مقدس ترین جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین ہو سب بازی کی جائے، بلوائیوں کے ہاتھوں ان کی قبائے عظمت تار تار ہو...... نہ تمہاری دفعہ 144 حرکت میں آئے نہ تمہاری غیرت ایمانی جاگے۔

شیعہ جاگیرداروں کے ڈیروں پر عیاشی میں شریک ہونے والے یا رشوت اور بھنے ہوئے بٹیر پر ضمیر کا سودا کرنے والی نااہل انتظامیہ آپ کی آمد سے پہلے ہی بلبلا اٹھتی تھی۔

اور اگر میرے غیرت مند سنی نوجوان کا احساس کسی اقدام پر آمادہ کر دے تو تمہارے وہ سب قوانین اور اس کے علاوہ بھی دفعات حرکت میں آجاتی ہیں...... تمہاری باسی کڑھی میں ابال آجاتا ہے کیوں؟ یہی وجہ ہے کہ مولانا جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی علاقے کے دورے کی خبر سے ہی بدباطن انتظامیہ کا سانس پھول جاتا اور دم گھٹنے لگتا اور حواس باختہ ہو کر پابندیوں اور رکاوٹوں کی فکر میں لگ جاتے تاہم ان کی سراسیمگی کا علاج مولانا خود آ کر تجویز فرماتے کہ تم اپنا رویہ درست کر لو، میرا کچھ مطالبہ نہیں، تم ہمارے بھائی ہو ہمارے حکمران ہو، ہمارے حاکم ہو ہم رعایا ہیں، فرماتے میں نہیں کہتا شیعہ نہ رہے انہیں ختم کر دو یا انہیں ہلاک کر دو یا انہیں جلا وطن کر دو یا کسی کا مکان یا دکان بھسم کر دو نہیں میں تخریب کار نہیں، سنی مسلمان ہوں، گھیراؤ، جلاؤ نہ میرا مذہب ہے نہ میری سیاست، میرا ان میں سے ایک بھی مطالبہ نہیں۔

میرا مطالبہ صرف یہ ہے کہ حق دار کو اس کا حق دو ظلم کا ہاتھ روکو، شیعہ پرلواشوں کی روش اور شیعوں کی تبرا داریوں کا شیوہ چھوڑ دو، اگر تم میں مذہب کی حمیت وحمایت کا یارا نہیں تو انصاف وعدل کو ہاتھ سے نہ جانے دو، اور اگر تم اپنی افسری کے زعم میں کوئی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہو گے تو میری تم سے جنگ ہے اور یہ لڑائی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک تم اپنا رویہ درست نہ کرو تم ہم سے اپنے احکامات منواؤ اور خود تم اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کی پرواہ نہ کرو اور قانون، اخلاق اور کسی اصولوں کے پابند بھی نہ ہو گویا ہم انسان نہیں چوپائے اور کیڑے مکوڑے ہیں کہ جس طرف چاہو ہانک لو اور جو چاہو سو کرو!

یہی وجہ ہے قانون پسند شریف انتظامیہ کے لئے مولانا کا کسی علاقے کا دورہ کوئی مسئلہ نہ ہوتا، آپ پورے ملک میں گئے، آئے مگر شیعہ جاگیرداروں کے ڈیروں پر عیاشی میں شریک ہونے والے یا رشوت اور مرغ مسلم اور بھنے ہوئے بٹیر پر ضمیر کا سودا کرنے والے یا ان کے سیاسی اثر ورسوخ سے دب جانے والی نااہل انتظامیہ آپ کی آمد سے پہلے ہی بلبلا اٹھتی اور اپنی احمقانہ حرکتوں سے امن وامان کا مسئلہ پیدا کر لیتی تھی اور اس کے بعد جو مسائل کا ایک لگاتار سلسلہ چل نکلتا پھر ایسے نااہلوں کے بس میں ان کا تدارک نہیں ہوتا تھا۔

پھر وہ خود کردہ گناہ کا علاج عوام پر پابندیاں، دفعہ 144 اور کرفیو لگا کر کرتے جو خود ایک بیمار ذہن کی عکاسی کرتا ہے عوام جس علاقے کے سرکش تمن داروں، خوانین یا جاگیرداروں یا نااہل انتظامیہ سے حد سے زیادہ نالاں ہو جاتے تو ان کی زبردست خواہش ہوتی کہ مولانا کا یہاں دورہ ہو اور کچھ اصلاح احوال ہو یا کم از کم ان کم بختوں کی گوشمالی ہو اور کوئی تو ان کو جھنجھوڑنے والا ہو۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سمندری شہر میں اہلِ سنت والجماعت کی دینی درسگاہ

ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید

جامعہ عمر فاروقؓ اسلامیہ

تعلیمی درسگاہوں کی ضرورت

جب سے **گلشن فاروقی شہید جامعہ عمر فروق اسلامیہ** کا مکمل انتظام **صاحبزادہ ریحان محمود ضیاء** نے سنبھالا ہے جامعہ کا تعلیمی معیار بہت ہی بہتر ہو چکا ہے اسی وجہ سے جامعہ میں طلبہ کی کثیر تعداد داخلہ کی خواہش مند ہے اس وقت درجہ حفظ و کتب کی پرانی درسگاہیں طلبہ کی کثیر تعداد کا بوجھ برداشت کرنے سے قاصر ہیں مدرسہ کی انتظامیہ نے ہنگامی طور پر جامعہ کی **دوسری منزل** کی تعمیر کا فیصلہ کیا ہے۔

درجہ کتب کی دوسری منزل کی تعمیر کا کل رقبہ 2260 مربع فٹ اور درجہ حفظ کی نئی درسگاہ کا کل رقبہ تقریباً 1200 مربع فٹ ہے۔

مخیر احباب ریت، سیمنٹ، بجری، سریا اور نقدی کی صورت میں تعاون کر سکتے ہیں دونوں درسگاہوں کی تعمیرات کا تخمینہ تقریباً تیس لاکھ روپے ہے



ریحان محمود ضیاءؔ

منجانب

اراکین انجمن جامعہ عمر فاروق اسلامیہ

0300-7693296
041-3420896

سمندری فیصل آباد پاکستان

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ
کا اصل مشن اور تکمیل کی جدوجہد

علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ

مولانا حق نواز رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد سب سے پہلے دیکھنا یہ تھا کہ ان کا حقیقی مشن کیا ہے؟ وہ کس نصب العین کے لئے فردوس بریں میں پہنچے، کس نظریے کی خاطر انہوں نے شہادت کے خلعتِ مرصع کو زیب تن کیا، وہ کون سی آگ تھی جس نے انہیں زندگی کے بھرپور چودہ سال بے چین رکھا، وہ کس کرب اور الم کے باعث بیوی اور بچوں سے جدا ہوئے انہوں نے حیات مستعار کے ایام و شہور بہاروں زندگی کو کیوں ترجیح دی؟ وہ کوئی مجنوں یا دیوانے تو نہ تھے جاہل یا لاعلم تو نہ تھے...... وہ ایک صاحب علم، بلند عزم، بلند حوصلہ عالی کردار کے حامل انسان تھے زندگی کی آسائشوں اور آرائشوں سے بہرہ ور ہونے کے لئے انہیں بھی دیگر علماء و دانشوروں کی طرح حصول ممکن تھا اس عظیم اور ممتاز عالم دین کو کس درد نے ستایا کس الم نے ان کی نیندیں حرام کیں؟ کس کرب اور دکھ سے دوچار ہو کر انہوں نے عیش زندگی کو ترجیح دیا ح کون سی تنگ داماں تھی جس نے انہیں وادیٔ گلی پر مجبور کیا؟ وہ بھی ملک کے دیگر شعلہ نوا مقرروں کی طرح نشاط افزا زندگی گزار سکتے تھے وہ بھی شہرت و ناموری اور اشتہارات میں موٹے الفاظ میں شائع ہونے والے القاب سے بہرہ مند ہو کر فرحت و طرب سے حظ وافر پا سکتے تھے پیشہ ور مقرروں، کمائے کے واعظوں، جہازوں کے ٹکٹ اور لمبی لمبی فیسوں کا حدود اربعہ رکھنے والے بے شمار خطیبوں کی طرح انہیں بھی بغیر کسی دکھ اور غم کے راحت زندگی اور طمانیت و قرار کی دنیوی دولت میسر ہو سکتی تھی ...... آہ! کہ انہوں نے راحت و تسکین پر اس کرب اور دکھ کو ترجیح دی جو ایرانی انقلاب (فروری 1979ء) کے بعد خمینی اور شیعہ علماء کی طرف سے پاکستان کے صحابہ کرام کی توہین اور تکفیر پر مشتمل لٹریچر کی اشاعت کے بعد ان کے قلب و جگر میں بے ساختہ طور پر پیدا ہوا تھا اسی طرح جب پاکستان کے رسوائے زمانہ شیعہ مصنف غلام حسین نجفی کی کتاب "قول مقبول" شائع ہوئی تو وہ کئی کئی رات تک سو نہ سکے انہوں نے شدت غم اور رنج و حزن، سخت اذیت کے ساتھ کبیر والا کے قریب اڈہ 12 میل کے ایک جلسے میں فرمایا تھا:

"یہ قول مقبول غلام حسین نجفی کی تازہ کتاب شائع ہوئی ہے اس میں لکھا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ام کلثوم جو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اس کے بارے میں اس ملعون نے یہ کفر تحریر کیا ہے کہ جب ام کلثوم رضی اللہ عنہا فوت ہوئی تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے مردہ جسم کے ساتھ ہم بستری کی۔"

اے اللہ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد حق نواز اگر

شیعہ مصنف غلام حسین نجفی ملعون کی کتاب "قول مقبول" دیکھ کر علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کئی رات سو نہ سکے انہوں نے کبیر والا کے بڑے جلسے میں اعلان کر دیا تھا "اے اللہ! اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد حق نواز اگر چین کی نیند سو جائے تو اس پر لعنت کر، مجھے اتنی قوت دے کہ اس کفر کو روک سکوں

چین کی نیند سوئے اس پر لعنت کر میں تیرے رسول ﷺ کی بیٹی کی اس شرمناک توہین پر کیسے خاموش ہو جاؤں...... اے اللہ مجھے اتنی قوت بخش کہ اس کفر کو روک سکوں۔"

اے مسلمان! میری اور تیری بیٹی کے لئے ایسے الفاظ کوئی استعمال نہیں کرتا مسلمانو! تمہارے ملک میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی لاوارث ہو گئی؟ پیغمبر کی لخت جگر کا کوئی ہمدرد نہ رہا

بس پھر کیا تھا...... قائد کے دکھ بھری آواز میں کیا جادو تھا کہ مجمع دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر دامن دریدہ تھا ہر قلب کسمساہٹ کا شکار تھا، ہر دل سے شیعہ کے کفر کی صدا بلند ہو رہی تھی اسی کرب اور پریشانی نے مولانا حق نواز رحمہ اللہ کے اصل مشن اور کی دعوت کو آشکارا کر دیا...... آپ کا مشن سادہ الفاظ میں یہ تھا

(1) ناموس صحابہ کا تحفظ (2) نظام خلافت راشدہ کا نفاذ
(3) اسلام دشمن سرگرمیوں کی روک تھام
(4) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے خلاف قابل اعتراض لٹریچر کا خاتمہ
(5) صحابہ دشمن شیعہ گروہ کی تکفیر کا کھلا اعلان

قائد کی شہادت کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ جن لوگوں کو ان کی جانشینی کے منصب پر براجمان کیا گیا وہ اس مشن پر کس حد تک قائم رہے انہوں نے مشن کے فروغ کے لئے کیا کیا۔ راقم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اپنے مقصد میں مکمل طور پر کامیاب ہو گیا ہے ہم نے یہ کر دیا وہ کر دیا وغیرہ وغیرہ...... تاہم ہمیں یہ بات کہنے کا حق حاصل ہے کہ قائد شہید رحمہ اللہ کا مشن ان مذکورہ نکات کے علاوہ کچھ نہ تھا وہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے آئینی جدوجہد کرنا چاہتے تھے انہوں نے اس مقصد کے لئے 1988ء کا جنرل الیکشن لڑا تھا وہ اپنے مطالبات منوانے کے لئے قتل و غارت اور تشدد پر یقین نہیں رکھتے تھے آج بھی سپاہ صحابہ کے ہر کارکن کو اچھی طرح یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ قائد شہید کی چودہ سالہ جدوجہد میں کہیں بھی انہوں نے ناموس صحابہ کے تحفظ کے لئے قتل و غارت گری کا راستہ اپنانے کا حکم نہیں دیا۔

میں نے بھی قائد کا ساتھ نبھانے کے لئے اسی مثبت جدوجہد کو صاد کیا تھا اسی آئینی جدوجہد میں شرکت کا عزم کیا تھا مطالبات کی تکمیل کے لئے اگر کوئی شخص تشدد کی راہ اپناتا ہے تو وہ سمجھ لے کہ یہ اس کی ذاتی سوچ ہے یہ قائد شہید رحمہ اللہ کی فکر نہیں ہے خدا کے فضل و کرم سے سپاہ صحابہ کو ہم نے اسی راہ پر گامزن کرنے اور اسی طرز پر چلانے کی سعی کی جو قائد نے متعین فرمائی تھی۔ ان کا مشن ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کا تحفظ، شیعہ کے کفر کا اعلان اور اسلام کی عالمگیر دعوت کا فروغ تھا تو دیکھئے...... ہم نے اس منزل کے حصول کے لئے ہر ممکن جدوجہد کی ہے ہم نے سالانہ حق نواز شہید رحمہ اللہ کانفرنس، اخبارات کے فورموں، صدر، وزیر اعظم، گورنروں، وزراء اعلیٰ کے سامنے اسی مشن کی ترجمانی کی ہے ہر سطح پر شیعہ کے قابل اعتراض لٹریچر کے خاتمے کی آواز بلند کی ہے اللہ کے خصوصی فضل سے تاریخی دستاویز 28 ستمبر 1991ء کو چار سو علماء اور ایک درجن وزراء کی موجودگی میں وزیر اعظم نواز شریف کو پیش کی ہے بعد ازاں اسے باقاعدہ شائع کر کے شیعہ کی 233 کتابوں کی قابل اعتراض عبارتوں اور ان کی سرخیوں کو تین زبانوں میں شائع کر کے ہر سوسائٹی، ہر طبقے، ہر سیاستدان، ہر افسر تک لے جانے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ شیعہ کے کفر کے اعلان پر کسی جگہ مداہنت اور مصلحت سے کام نہیں لیا۔ ملی کونسل سمیت ہر فورم پر ڈنکے کی چوٹ پر تحریف قرآن اور تکفیر صحابہ کو کفر کہا ہے اس مضبوط اور غیر لچکدار رویے کے باعث ہمیں تشدد پسند کہا گیا، ہم پر قاتلانہ حملے ہوئے لیکن اس زوردار آواز میں بحمد اللہ کوئی نرمی نہیں آئی...... آپ دیکھ رہے ہیں

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اپنے مشن کی تکمیل کے لئے آئینی جدوجہد کرنا چاہتے تھے اسی لئے انہوں نے 1988ء کا الیکشن لڑا وہ اپنے مطالبات منوانے کے لئے کسی قسم کی قتل و غارت اور تشدد پر یقین نہیں رکھتے تھے

اب تک کراچی اور لاہور سمیت ساڑھے چھ سال میں ہمارے 324 کارکنوں کو شہید کیا گیا ہم نے ایک ایک دن میں کئی کئی جنازے اٹھائے بلوماہ سے ہم سندھ اور پنجاب کی قیادتیں جیلوں کی مہمان ہیں لیکن کیا آپ نے مشن کے بارے میں ہم میں کسی نرمی یا مصلحت بینی کو ملاحظہ کیا؟ ہم نے جس کام کو دین سمجھ کر تائید کا ساتھ دیا تھا آج بھی اس پہ پہلے روز کی طرح بحمد اللہ قائم ہیں ہمارے ہاں تربیت کا ایسا فقدان ہے کہ جلسہ کی جگہ کی تبدیلی یا کسی مصلحت کی خاطر جلوس کا راستہ بدلنے کے لئے اگر کوئی جماعت فیصلہ کرتی ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ انہوں نے جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ مشن چھوڑ دیا ہے یہ باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جن کو جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مشن کا علم ہی نہیں۔ ہٹ دھرمی، بلاوجہ تلخی اور تلخی کا نام جھنگوی مشن نہیں جماعتی مشکلات کو کم کرنے، گرفتار شدگان کی رہائی، مقدمات کے خاتمے کے لئے انتظامیہ سے مذاکرات میں کچھ چیزیں ماننے اور کچھ منوانے کو بھی کئی عقل سے بے بہرہ مشن کی تبدیلی کہہ دیتے ہیں ورنہ اصل ہمارا واسطہ ایسے لاکھوں عدم تربیت یافتہ ساتھیوں سے ہے جنہوں نے صرف تقریر کے جوش اور نعروں کے خروش کو دیکھ کر جماعت میں شمولیت اختیار کی ہے مشن ناموس صحابہ کو کسی تحریر اور مطالعہ اور گہرے تدبر کے باعث قبول نہیں کیا۔ میں سپاہ صحابہ کے پہلے گیارہ سال مکمل ہونے پر ہر ساتھی سے کہوں گا کہ مشن کی اصلیت کو سامنے رکھتے ہوئے انہی اصولوں کی روشنی میں ترجیحات کا نئے سرے سے تعین کریں۔ نئے دور کے لئے جماعتی کام کو صرف مذہبی اور دینی افراد سے آگے بڑھانے اور ہر سوسائٹی تک مشن کو پہنچانے کے لئے وسیع پیمانے پر لٹریچر کی اشاعت کے کام کو اولیت دیں...... ہم نے دس سال تک بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں کے ذریعے مشن اور کاز کو ہر جگہ پہنچایا ہے، کسی حد تک اس کو بھی باقی رکھیں لیکن ترجیح اس بات کو دیں کہ افسران حکومت، ارکان پارلیمنٹ، کارخانہ کے مزدوروں، کسانوں، زمینداروں، محنت کشوں، کلرکوں، وکلاء، مشائخ اور ہر طبقے میں عام کرنے کے لئے لٹریچر، سیمینار، مذاکروں، مباحثوں کا اہتمام کریں انگریزی، عربی اور اردو زبانوں میں لٹریچر کو عام کریں۔ بڑے بڑے لوگوں تک جماعتی رسائل و کتب پہنچانے کا اہتمام کریں۔ نصب العین اور مشن کے ابلاغ کے لئے بحمد اللہ ہم نے آئینی جدوجہد کے سب سے بڑے معرکے کو سر کرنے اور 80 سے زائد ارکان سے اس پر دستخط کرانے کی صورت میں نمایاں کیا ہے۔

مولانا ایثار القاسمی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قومی اسمبلی کی پہلی آواز کے بعد مولانا اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ نے دو مرتبہ جس طرح قومی اسمبلی میں ناموس صحابہ بل کے ساتھ ساتھ شیعہ کے قابل اعتراض عقائد کی طرف پورے ملک کے نمائندوں کی توجہ دلائی وہ اسی مشن کے ابلاغ کا اہم ترین نکتہ ہے...... کامیابی تو ہمیشہ خدا ہی کے حکم سے ہوئی ہے ہمارا کام تو جدوجہد کرنا ہے...... سو وہ خدا کی تائید سے ہر سطح پر جاری ہے۔

(مولانا حق نواز جھنگوی کی شہادت کے 6 سال بعد یوم شہادت 1996ء میں جیل سے لکھا گیا ایک مضمون)

☆☆☆☆☆☆☆

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ کا تجدیدی کارنامہ

امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ

مدح صحابہؓ امیر عزیمتؒ کا وظیفہ حیات تھا جس کے ذریعے نہ صرف وہ خود زندہ تھے بلکہ انہوں نے ملت کے نوجوانوں میں بیداری کی روح پھونک دی تھی

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ موجودہ صدی کے عظیم مجاہد صاحب بصیرت صاحب درد اور صاحب عزیمت و استقامت دینی راہنما تھے۔ مدح صحابہ ان کا وظیفہ حیات تھا جس کے ذریعے نہ صرف وہ خود زندہ تھے بلکہ انہوں نے ملت کے نوجوانوں میں بیداری کی روح پھونک دی اور لاکھوں نوجوانوں کو اسلام کے لبادے میں کفر خالص کی یلغار کے سامنے لا کھڑا کیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو دشمنان صحابہ کے لئے ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان کی زمین نہایت ہموار ہو چکی تھی یہاں اسی طرح سنی اکثریت کو اقلیت میں بدل دیا جاتا جس طرح ایران میں صفوی دور میں بدلا گیا تھا امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بروقت حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے شیعیت کے ان عزائم کے آگے بند باندھا انہیں اپنی جان کی قربانی دینا پڑی بعد ازاں ان کے باوفا جانشینوں اور ہزاروں نوجوانان ملت نے رافضیت کا وار اپنے سینے پر برداشت کیا لیکن شیعیت کے بڑھتے ہوئے قدم روکے اور اس کے عزائم چکنا چور کر دیئے۔

امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سے معاشرے میں مدح صحابہ کو فروغ حاصل ہوا عوام الناس کو اسلام میں صحابہ کرامؓ کی اہمیت اور دشمنان صحابہ کی حقیقت معلوم ہوئی یہ امیر عزیمت شہید کا تجدیدی کارنامہ ہے جس سے انکار کوتاہ اندیشی اور کج فکری کے سوا کچھ نہیں شیعیت نے دلیل کا جواب دلیل سے دینے کی بجائے قتل و قتال کا سلسلہ شروع کیا تو جواب میں مشتعل سنی نوجوانوں نے بھی منہ توڑ کارروائیاں کیں یہ نہ تو امیر عزیمت کا پروگرام تھا اور نہ ہی ہم ایسا چاہتے تھے لیکن شیعیت نے حالات ہی ایسے پیدا کر دیئے یا یوں کہئے کہ قدرت کو بھی یہی منظور تھا بہرحال معاملات حکومتی ایوانوں سے ہوتے ہوئے عدالتوں میں پہنچے حتیٰ کہ چیف جسٹس آف پاکستان سید سجاد علی شاہ نے فریقین کو طلب کرکے دونوں کا موقف سنا ہماری طرف سے مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی پیش ہوئے خود میں نے بھی ساڑھے چار گھنٹے چیف جسٹس کے روبرو دلائل سے اپنا مقدمہ پیش کیا اور شیعیت کا لٹریچر انہیں دکھایا تو سجاد علی صاحب اصحاب رسول کی بے توقیری اور شیعیت کی خالص کفریہ دل آزار عبارات پر رو دیئے ہمیں یقین تھا کہ فیصلہ ہمارے حق میں آئے گا لیکن نواز شریف (جو اس وقت وزیر اعظم تھے) ایران کے دباؤ میں آ گئے اور اچانک ججوں کی کمی بیشی کا مسئلہ سامنے لا کر چیف جسٹس کو جبری رخصت پر بھیج دیا۔ یہ ملکی تاریخ کا حساس مگر بدقسمت مرحلہ تھا۔ لیکن ہم اب بھی مایوس نہیں ہمارے قدم مضبوط ہیں اور ہمیں اللہ رب ذوالجلال سے مکمل یقین ہے کہ ایک دن ضرور آئے گا جب شیعیت ابدی رسوائیوں کا طوق گلے میں ڈالنے پر مجبور ہوگی۔

ہم امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کار سے مکمل مطمئن و متفق تھے اور ہیں۔ انہوں نے تکفیر شیعیت کا جو نعرہ بلند کیا اس کی بنیاد علماء کرام کے اس متفقہ فیصلے پر تھی جو کتابی صورت میں ہندوستان سے مولانا محمد منظور نعمانی اور پاکستان سے شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے شائع ہوا تھا اور اس پر بلا مبالغہ پاک و ہند، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کے سینکڑوں مفتیان کرام کے دستخط موجود ہیں البتہ انہوں نے جو نعرہ بلند کیا ہم دیانت داری سے یہ سمجھتے ہیں کہ ابتدا میں اس نعرے کی سخت ضرورت تھی لیکن اب اس نعرے کی ضرورت نہیں رہی موقف اپنی جگہ پر جوں کا توں قائم ہے کسی بھی عمارت کی تعمیر میں پہلا مرحلہ بنیاد کا ہوتا ہے جب معمار بنیادیں تعمیر کرنے کے بعد دیواریں کھڑی کردے تو اس سے یہ اصرار دانش مندی نہیں ہوتا کہ تم نے دیوار کی تعمیر شروع کر دی اور بنیاد کی تعمیر چھوڑ دی۔ بہرحال امیر عزیمت شہید رحمۃ اللہ علیہ کا امت پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے خبیث اور طیب کو جدا جدا کر دیا اور معاشرے میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کی داستانیں زبان زد عام کر دیں۔ اللہ تعالیٰ امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شہید جانشینوں کے درجات کو بلند فرما کر جنت الفردوس میں اصحاب رسول کا قرب نصیب فرمائے آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

اوران کی لازوال جدوجہد

جرنیل اسلام محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حق نواز شہید کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنے خالص دینی مشن کے لئے زندگی وقف کی اور اسی کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کر دی مولانا نے ابتدائی تعلیم پنجاب کے معروف دینی ادارے دارالعلوم کبیر والا سے حاصل کی اور دورہ حدیث کی تکمیل امتیازی اور علمی خیر المدارس ملتان سے کی۔

عملی زندگی کا آغاز 1972ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں بطور مدرس کیا پھر دوسرے ہی سال 1973ء سے جھنگ میں بطور خطیب تشریف لے آئے جہاں انہوں نے اپنی عظمت کا لوہا منوایا کہ ایک مسجد کے خطیب پر ملک بھر کے دینی حلقے جان چھڑکنے لگے مولانا نے جھنگ کے مذہبی، سماجی، معاشرتی اور سیاسی احوال کا مطالعہ بہت قریب سے کیا ہوا تھا وہ خود جھنگ ہی کی ایک نواحی بستی کے رہنے والے تھے پھر عملی زندگی بھی وہیں گزاری جس نے مشاہدہ اور مطالعہ کے نئے مواقع فراہم کئے مقامی ماحول کی آلودگی اور فضا کی تعفن آمیزی کے ساتھ ساتھ علم و تحقیق اور فکر و نظر کے تعمق نے مولانا کو ایک نہایت سنجیدہ مگر حد درجہ مشکل فیصلہ کرنے پر مجبور کیا۔

مولانا نے ضلع جھنگ کے سماجی اور سیاسی ڈھانچے پر شیعہ جاگیرداروں کا وہ تسلط دیکھا جس نے مقامی آبادی کو عام انسانی حقوق سے بھی محروم کر رکھا تھا۔ یونین کونسل سے لے کر صوبائی اور قومی اسمبلی کے الیکشن تک یہی وڈیرے چھائے ہوئے تھے مگر ضلع تھا کہ ہر سال پسماندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں مزید گرتا چلا جا رہا تھا، عوام مفلوک الحال تھے، زرعی زمینیں نہری پانی سے محروم تھیں، صنعت کے راستے میں وڈیرے رکاوٹ بنے ہوئے تھے کہ عوام کو روزگار مل گیا تو ان کے بیگار کیمپ خالی ہو جائیں گے اور لوگ خود کمانے کے قابل ہو گئے تو ووٹ دینے میں بھی آزاد ہو جائیں گے مذہبی طور پر جھنگ کی فضا نہایت اذیت ناک تھی حضور اکرم ﷺ کے مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر سر عام تبرابازی کی جاتی تھی باب عمر رضی اللہ عنہ کا دلدوز واقعہ آپ کے سامنے تھا۔

ان حالات نے آپ کو ایسی صداقت کے علی الاعلان اظہار پر مجبور و آمادہ کیا جس کا اظہار کتابوں، رسالوں اور فتووں میں تو سبھی کرتے آئے ہیں مگر زبان اور عمل سے اس کے اظہار سے بڑی بڑی شخصیات گریزاں نظر آتی تھیں، اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث) کے جملہ اکابر نے اپنی اپنی کتابوں اور فتاویٰ میں منکرین صحابہ، منکرین قرآن، منکرین خلافت راشدہ، دشمنان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تبری اور رجعت و بدا کا عقیدہ رکھنے کی بنا پر شیعہ امامیہ کو کافر قرار دیا ہے اور اس فتویٰ سے تینوں میں سے کسی مسلک کو کوئی اختلاف تھا نہ آج ہے مگر عملی طور پر اس کفر کا اعلان ان تینوں میں سے کسی مسلک کے اسٹیج پر نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کے برعکس ان مسالک کے علماء شیعہ سے اتحاد کا بار بار عملی مظاہرہ کر کے

بعض نام نہاد، مصلحت پسند علماء شیعہ کے ساتھ اتحاد کا بار بار عملی مظاہرہ کر کے عوام الناس کے لئے اعتقادی مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔

آپ نے سب سے پہلے اپنی صداقت کا علی الاعلان اظہار کیا جس کا جو صرف کتابوں، رسالوں اور فتووں تک محدود تھا مگر زبان و عمل سے اس کے اظہار سے بڑی بڑی شخصیات گریزاں تھیں۔

عوام الناس کے لئے اعتقادی مشکلات پیدا کر رہے تھے کیونکہ عوام الناس نہ فتاویٰ پڑھتے ہیں نہ کتابوں کا مطالعہ ان کا اس قدر وسیع اور عمیق ہوتا ہے وہ تو دین کو اپنے وقت کے علماء کے عمل کے تناظر میں دیکھتے اور اس کی روشنی میں فکر و نظر کی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس نقصان کا شدت سے احساس کرتے ہوئے اس علمی فتاویٰ کو زبان دینے اور فکری فیصلے کو عملی مظاہرے کا جامہ پہنانے کا عزم کیا اور دشمنان صحابہ کے کفریہ عقائد کا پردہ چاک کرنا شروع کر دیا۔

اظہار حقیقت یا فرقہ پرستی:

مولانا کی تگ و تاز صرف اور صرف ایک حقیقت واقعہ کے اظہار تک محدود تھی اس کا فرقہ سازی یا فرقہ پرستی سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ ایک فریق ایک مخصوص عقیدہ رکھتا ہے لوگوں کو یہ بتلانا کہ اس کا یہ عقیدہ ہے محض ایک حقیقت کا اظہار ہے البتہ ایک فریق کا ایک عقیدہ تو نہیں مگر زبردستی اس کے منہ میں وہ عقیدہ ڈالنا اور اس کے عقیدے کو اس فریق پر مسلط کر کے بحث و جدل اور جنگ و جدال کے دروازے کھولنا فرقہ پرستی کہلاتا ہے۔ اسی طرح ایک فریق کا عقیدہ اگرچہ کفریات پر بھی مشتمل ہے مگر اس میں ایسے احتمالات اور امکانات موجود ہیں جن کی تاویل ہو جائے تو اس پر کفر کا فتویٰ نہ لگایا جائے ایسے فریق پر زبردستی کفر مسلط کرنا تو فرقہ پرستی کہلا سکتا ہے مگر ایک فرقہ ایسے واضح کفریہ عقائد پر اعتقاد و ایمان رکھتا ہو جن میں تاویل کی سرے سے کوئی گنجائش نہ ہو ایسے فرقہ کو ان عقائد کی روشنی میں خارج از اسلام قرار دینا اسلام کا دفاع ہے نہ کہ فرقہ پرستی۔

چار پانچ سال کے عرصہ میں سپاہ صحابہ ملک کی سب سے بڑی دینی قوت بن کر ابھری اور پورے ملک پر چھا گئی

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اظہار حقیقت کا عزم کیا اور یہ فتویٰ بھی اپنی طرف سے نہیں لگایا بلکہ اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کا متفقہ فتویٰ کا اظہار کیا مگر حیرت ہوتی ہے ان عقلوں پر جو محض اس بات کو فرقہ پرستی کے شور تلے دبا دینا چاہتے ہیں کہ شیعہ فلاں فلاں بات پر اعتقاد و ایمان رکھتے ہیں۔

مولانا کے اس اظہار کا یہ جواب دے دینا کہ مولانا فرقہ پرست ہیں کسی بھی منطق اور عقلیت کے ذیل میں نہیں آ سکتا۔ اس کا سادہ سا جواب اگر ہو سکتا ہے تو صرف اور صرف ایک ہی ہو سکتا ہے کہ مولانا غلط بیانی سے کام لیتے ہیں اور جس فریق پر وہ ایسے اعتقادات کا الزام لگا رہے ہیں وہ ان اعتقادات سے پاک ہے اس کے بعد دوسرے مرحلے میں مولانا نے ان عقائد کو کفریہ عقائد قرار دیا تو اس کا بھی یہ جواب نہیں بنتا کہ اسے فرقہ واریت کا عنوان دے دیا جائے بلکہ قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں یہ ثابت کیا جائے کہ یہ عقائد کفریہ نہیں ہیں کہ ان میں تاویل کی گنجائش موجود ہے لہٰذا متعلقہ فریق کی تاویل سنی جائے مگر ہمارے بوجھ بجھکڑوں نے مسئلہ قادیانیت کی طرح اس مسئلہ میں بھی فرقہ پرستی کا اتنا شور اٹھایا کہ اتنی سادہ اور معقول سی بات کا بھی سمجھنا خود ان کے لئے اور عوام الناس کے لئے دشوار ہو گیا۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس خالص دینی مشن کو اپنی ذات تک محدود رکھا کہ خدا نے جتنی استطاعت دی اس کے مطابق اس صداقت کا ہر جگہ اظہار کیا۔ مسلمانوں کو اس عظیم فتنہ سے آگاہ کر کے وارث منبر رسول ﷺ ہونے کا حق ادا کیا۔

پھر 6 ستمبر 1985ء کو جھنگ صدر کے چند نوجوانوں کو اکٹھا کر کے اس مشن کے لئے ایک مستقل پلیٹ فارم تشکیل دیا محلے کے جوانوں کو جمع کر کے آپ نے انجمن سپاہ صحابہ کے نام سے ایک چھوٹی سی انجمن قائم کی اس وقت آپ کے ذہن میں بھی یہی تھا کہ محدود وسائل کی روشنی میں یہ انجمن اپنے محلے تک ہی محدود رہے گی اور کارکنوں کا بھی یہی خیال تھا۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے قلمی فتاویٰ کو زبان دیتے ہوئے فکری فیصلوں کو عملی جامہ پہنا کر اسلامی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ کیا۔

مگر مولاناؒ کے اخلاص اور محنت و لگن کا نتیجہ بہت جلد سامنے آ گیا کہ ایک محلہ کی سطح پر شروع ہونے والی ایک محدود سی انجمن بڑی بڑی ملک گیر جماعتوں سے زیادہ فعال اور منظم جماعت بن گئی مولاناؒ کی ولولہ انگیز قیادت میں سپاہ صحابہ ملک بھر میں انتہائی تیز رفتاری سے ترقی و عروج کے مدارج طے کرنے لگی اور کئی شہروں کے دینی حلقوں نے مرکزی دفتر سے رابطہ کیے بغیر ہی اپنے ہاں سپاہ صحابہ کا یونٹ قائم کیا اور مرکز سے الحاق بعد میں کیا۔

چار پانچ سال کے اندر اندر سپاہ صحابہ ملک کی سب سے بڑی دینی قوت بن کر ابھری اور پورے ملک پر چھا گئی۔ اس طرح وہ سفر جو مولاناؒ نے اکیلے جھنگ کے ایک محلہ سے شروع کیا تھا اس کے لئے آپ کو ملک میں لاکھوں رفقاء سفر مل گئے سپاہ صحابہ کا مشن جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے محض شیعہ کے ان عقائد سے عام مسلمانوں کو آگاہ کرنا تھا کہ ان عقائد کا حامل کوئی شخص یا گروہ ہو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

ظاہر ہے کہ یہ مشن شروع سے آخر تک علمی اور نظریاتی مشن ہے اس مشن کے پرچار اور تبلیغ کے لئے بھی اور تحریک و تکمیل کے صرف اور صرف علمی دلائل کی ضرورت ہے نہ کہ لاٹھی اور بندوق کی لہٰذا مولاناؒ نے اس مشن کو پُرامن اور مدلل انداز میں آگے بڑھایا چنانچہ مولاناؒ کی کوئی ایک بھی تقریر سن لی جائے ان کے مشن کے بھرپور اور جاندار دلائل کا ایک وسیع مرقع ہاتھ آئے گا اور اس کی تائید کیے بنا چارہ نہ ہوگا۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا فرقہ سازی، فرقہ واریت اور فرقہ پرستی سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا

سازشوں کے جال:

ایک طرف مولاناؒ دلیل اور منطق کی زبان میں گفتگو کر رہے تھے عقل اور دین کی روشنی میں اپنا موقف عوام کے سامنے پیش کر رہے تھے دیانت اور انصاف کی دہائی دے رہے تھے اور دوسری طرف شیعہ نے اپنے سیاسی اثر و رسوخ، مال و دولت، ایرانی حکومت کی سرپرستی اور دیگر تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے اس مشن کی راہ روکنے کے لئے وہ تمام ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیئے جو حق و صداقت سے تہی دامن باطل فرقوں کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے۔

مولاناؒ پر طرح طرح کے مقدمات بنائے گئے قتل کے جھوٹے مقدمات میں الجھایا گیا سودابازیوں کی کوشش کی گئی ان کی آواز دبانے کے لئے فرقہ واریت کا نعرہ اچھالا گیا، جماعتی کارکنوں کو ہراساں کرنے کے لئے ان پر طرح طرح کے مقدمات بنائے گئے، کارکنوں کو قتل کیا گیا، خود مولاناؒ پر متعدد بار قاتلانہ حملے کیے گئے مگر مولاناؒ نے ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی توجہ نہ دی اور اپنے قافلے کو پُرامن رہنے کی تلقین جاری رکھی۔ آپ کا کہنا تھا کہ ہماری جدوجہد جتنی آگے بڑھے گی اتنا ہی ہم پر سختیاں بڑھیں گی اور جتنی سختیاں بڑھیں گی اتنا ہی ہم پر صبر و استقلال ضروری ہوگا فریق مخالف ہمارے مشن کو تشدد کی راہ پر ڈال کر ہماری منزل کھوٹی کرنا چاہتا ہے مگر ہم اس کی یہ چال کامیاب نہیں ہونے دیں گے ہمارا سفر نہایت پُرامن طریقے سے جاری رہے گا بلکہ یہ سفر جاری ہی اس وقت رہے گا جب تک پُرامن رہے گا اس لئے سپاہ صحابہ کے کارکن یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اگر وہ صحابہ کرامؓ کے ناموس کے دفاع کے لئے ہمارے ساتھ چلے ہیں تو پھر انہیں امن اور صبر کے ساتھ منزل پر پہنچنا ہوگا اور جو لوگ تشدد کی راہ اپنائیں گے وہ اس مشن کو تاراج کرنے کا موجب ہوں گے مولاناؒ نے اپنے پُرامن مشن کو دو حصوں یا دو مرحلوں میں تقسیم کیا تھا پہلا مرحلہ عوامی رائے عامہ ہموار کرنے کا تھا کہ عوام الناس کو اس عظیم فتنہ سے آگاہ کیا جائے اور دوسرا مرحلہ قانون ساز اسمبلی سے ناموس صحابہ کے تحفظ کے لئے بل منظور کروانے اور دشمنان صحابہ منکرین قرآن کو قادیانیوں کی طرح آئین پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کا تھا اور ان دونوں مرحلوں کی کامیابی کا عقلی تقاضا یہ تھا کہ دونوں مراحل امن و آشتی کی فضا میں مکمل کیے جائیں کیونکہ نہ تو عوام لاٹھی کے زور سے کوئی نظریہ قبول کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں نہ ہی قانون ساز اسمبلی اتنا اپاہج ادارہ ہے کہ دہشت و تخریب کے بل بوتے پر اس سے کوئی قانون اور وہ بھی ایسا قانون منظور کروایا جا سکے جس کی رو سے ایک طبقہ کو مستقل طور پر اسلام کے پاکیزہ جسم سے نکال پھینکنے کا فیصلہ کیا جا رہا ہو

مسئلہ ختم نبوت کی طرح یہ مسئلہ بھی خالص ایمانی تھا اور اس کو عوامی بنانے کی مجبوری صرف قانون سازی کے لئے تھی مگر مسئلہ ختم نبوت ہی کی طرح یہاں بھی سپاہ صحابہ کے خلاف وہی زہر افشانیاں کی گئیں جو تحریک ختم نبوت کے لئے کی گئی تھیں ہمیں وہ نام نہاد تعلیم یافتہ اور بزعم خویش دانش ور بخوبی یاد ہیں جو اسمبلی کی قانون سازی سے پہلے قادیانیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ قرار دیتے اور ان کے کفر سے آگاہ کرنے والے علماء کو متعصب، متشدد اور نجانے کن کن ناموں سے نوازتے تھے مگر جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تو پھر انہیں علماء کے دیرینہ موقف کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے ایک بار بھی اپنی سابقہ غلطی پر ندامت کا اظہار کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

مولانا حق نواز شہیدؒ کا موقف بھی امت مسلمہ کا اجماعی اور متفقہ موقف ہے اس میں اہل سنت والجماعت کے تمام مسالک یک زبان ہیں مگر جب تک قومی اسمبلی اسے تسلیم نہیں کرتی تب تک بزعم خود دانشور اسے قبول کرنے پر تیار نہیں ہوں گے اسی لئے مولاناؒ کی شروع سے یہ کوشش تھی کہ رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد اس مسئلہ کو اسمبلی سے منظور کروایا جائے۔ بلکہ رائے عامہ کی ہمواری کا مقصد بھی اسمبلی سے اس کی منظوری ہی تھا اسی مقصد کے تحت مولانا شہیدؒ نے 1988ء کے الیکشن میں حصہ لیا اور اسی ایک نعرے پر جو سپاہ صحابہ کے مشن کا بنیادی اور امتیازی نعرہ ہے وہ الیکشن لڑا مگر بوجوہ اس الیکشن کا فیصلہ آپ کے حق میں نہ ہوا۔

الیکشن میں ناکامی کے بعد مولاناؒ نے اپنے مشن کو مزید آگے بڑھایا مگر الیکشن کے دوران جس طرح آپ کی سیاسی طاقت سامنے آئی تھی شیعہ جاگیرداروں نے اس کا خطرہ بھانپ لیا تھا انہیں محسوس ہو چلا تھا کہ اب حق نواز محض مذہبی لیڈر نہیں جس کی بات فرقہ واریت کا شور مچا کر دبا دی جائے بلکہ مستقبل میں وہ جھنگ کی قسمت کا مالک بن چکا ہے لہٰذا جب تک اس خطرے کو ہمیشہ کے لئے ٹال نہیں دیا جاتا تب تک ہماری سیاسی زندگی اور بقا خطرے میں رہے گی۔

چنانچہ 22 فروری 1990ء کو رات آٹھ بجے آپ کو شہید کر دیا گیا شہادت سے چند روز قبل آپ نے خطبہ جمعہ میں عوام کو مطلع کیا کہ مجھے بیرون ملک سے فون پر مطلع کیا گیا ہے کہ ایران نے مجھے، مولانا عبدالستار تونسوی اور چند دیگر علماء کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے اور چند افراد کو تربیت دے کر پاکستان بھیج دیا ہے آپ نے صدر پاکستان کے نام ایک ٹیلی گرام بھی ارسال کیا مگر حکومتی حلقوں اور مقامی انتظامیہ کی طرف سے آپ کی حفاظت کے لئے معمولی سا انتظام بھی نہیں کیا گیا چنانچہ پروگرام کے عین مطابق 22 فروری کی شام آپ کو اپنے گھر کے دروازے پر شہید کر دیا گیا

آج الحمدللہ ہمیں خوشی ہے کہ مولاناؒ کا مشن لمحہ بہ لمحہ اپنی منزل سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے اور قومی اسمبلی میں ہم نے ناموس صحابہ کا جو بل پیش کیا ہے اور ناموس صحابہ ریلی میں جوق در جوق شرکت کر کے پنجاب کے عوام نے اس بل سے اپنی والہانہ وابستگی کا جو اظہار کیا ہے اس سے ہمیں یہ امید پیدا ہو گئی ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب قومی اسمبلی مسئلہ قادیانیت کی طرح دشمنان صحابہ کا مسئلہ بھی ہمیشہ کے لئے حل کر دے گی۔

ایک مردِ باصفا

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

خداوند کریم کی کروڑوں نعمتوں میں سے بلاشبہ زندگی ایک قیمتی ترین نعمت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ ہستیاں جو اس نعمت کو قدرت کا ایک حسین تحفہ سمجھ کر اللہ کی رضا، اس کے دین کی حفاظت اور دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں اس کا ایک ایک لمحہ بسر کرتے ہیں۔ ایسے ہی مردان باصفا میں سے حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ آپ شمع حق کے ایسے پروانے تھے جنہوں نے نہ صرف اپنی ساری زندگی اس شمع کی حفاظت و نصرت میں بسر کی بلکہ آخر میں اسی شمع حق پر اپنی جان بھی نچھاور کردی۔

آپ نے زندگی بھر قومی اور ملی تحریکات میں بھرپور حصہ لیا تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تحریک ختم نبوت اور تحریک ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے آپ نے بڑی قربانیاں دیں جو تاریخ کا زریں باب ہیں۔ بینظیر کے وزیر اعظم بن جانے پر عورت کی حکمرانی کے مسئلہ پر تحریک شروع کی تو مولانا مرحوم نے نہایت بھرپور طریقہ سے میرا ساتھ دیا اس سلسلہ میں کوئٹہ میں منعقد ہونے والے جلسہ عام میں مخالفین نے جلسہ درہم برہم کرکے ہم دونوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی مگر ان کی استقامت میں فرق نہ آیا، پھر خصوصاً تحریک ناموس صحابہ کو سب سے پہلے منظم طور پر آپ ہی نے شروع کیا اور رفتہ رفتہ یہ صدائے حق صرف پاکستان نہیں بلکہ بیرون ملک بھی پہنچ گئی، یوں تو آپ ایک اعلیٰ درجے کے باکمال اور باصلاحیت عالم دین اور مذہبی رہنما تھے اور دین کے تمام شعبوں کی خدمت سے کسی نہ کسی حوالہ سے آپ وابستہ رہے، لیکن خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت، عصمت، آبرو، ناموس، ان کے مناقب فضائل بیان کرنا آپ کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اور مشن تھا اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف حتی پروپیگنڈوں کا نہ صرف ہر میدان میں مقابلہ کیا بلکہ تحقیق وتصنیف اور علمی محاذ پر بھی آپ نے زبردست کارنامے سرانجام دیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت کے جوہر سے بھی خوب مالا مال فرمایا تھا۔ آپ کے خطبات میں بلا کی تاثیر ہوتی تھی۔

> **خطاب میں ایسی تاثیر تھی جس سے سامعین گھنٹوں آپ کے سحر انگیز خطبات کے سامنے دم بخود بیٹھے رہتے آپ کا فن خطابت پورے مجمع کو طوفان اور سیلاب میں تبدیل کرسکتا تھا۔**

سامعین گھنٹوں آپ کے سحر انگیز خطبات کے سامنے دم بخود بیٹھے رہتے۔ آپ کی آواز میں ایسی گھن گرج اور اس قدر جوش وجذبہ ہوتا تھا جو آن واحد میں پورے مجمع کو طوفان اور سیلاب کی صورت میں تبدیل کرسکتا تھا۔ آپ نے بہت قلیل عرصے میں اپنے زور خطابت اور پیغام صداقت کا لوہا منوایا اور اپنے مشن کو مسجد کے منبر ومحراب سے شروع کرا کر چاردانگ عالم میں پھیلا دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے چھوٹے بڑے قصبوں، دیہاتوں اور شہروں میں آپ کی جماعت کے ہزاروں کارکن متحرک اور فعال نظر آنے لگے۔ سیاست اور الیکشن کے میدانوں میں بھی آپ نے اکثر وبیشتر مجھ ناچیز کا ساتھ دیا اور تقریباً ہر نازک مرحلے پر جمعیت علماء اسلام (س) کو ہی سپورٹ کیا۔ اسی طرح جمعیت علماء اسلام نے بھی تنظیم سپاہ صحابہ کا میدان سیاست میں کئی مرحلوں پر بھرپور ساتھ دیا، حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ضیاء القاسمی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ میرے انتہائی قریبی دوست اور میرے ہم فکر وہم خیال ساتھی تھے۔

موجودہ قائد حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہ کے خلوص وتعلق اور فکری ہم آہنگی اور اتحاد کا بھی یہی حال ہے۔ ان جیسے مخلص اور جانثار ساتھیوں کی ذہنی وفکری تربیت میں بھی حضرت مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بنیادی حصہ تھا۔ یہ حضرت مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی سحر انگیز شخصیت ہی تھی جن کے گرد ان جیسے مخلص ساتھیوں کا ہالہ جمع ہوگیا تھا۔ ان تمام حضرات کے کارنامے اور دین اسلام کی خدمت میں بھی حضرت مولانا مرحوم کا بڑا حصہ ہے۔ مجھے اس پر خوشی ہے کہ مولانا مرحوم نے جس مقصد کی آبیاری اپنے خون سے کی تھی ان کے بعد آنے والی مخلص قیادت نے بھی نہ صرف اس کی بھرپور حفاظت کی بلکہ اس کی حفاظت اور نشوونما کے لئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ آپ علمی آثار وافکار وافادات علم وعمل کے میدانوں میں ہمارے لئے ایسے نقوش چھوڑ گئے ہیں جو امت مرحومہ کی رہنمائی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموس کی حفاظت میں معاون ومددگار ثابت ہورہے ہیں۔

امیرِ عزیمت حق نواز جھنگوی شہیدؒ

مفسر قرآن مولانا
محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ
کراچی

دنیائے رنگ و بو میں جو بھی آیا ہے جانے کے لئے آیا ہے اس کائنات کی ہر چیز فنا کے لئے ہے، دوام کسی کو بھی نہیں سوائے رب کائنات کی ذات والا صفات کے، جو پیدا ہوا ہے وہ مٹ کر رہے گا جو ظاہر ہوا ہے وہ چھپ کر رہے گا جسے زندگی دی ہے وہ موت کا مزہ بھی ضرور چکھے گا۔ موت ایک ایسا پل ہے جس پر سے زندگی کے ہر مسافر کو ضرور گزرنا ہے مگر بعض لوگوں کو ایسی موت نصیب ہوتی ہے کہ اس پر زندگی رشک کرتی ہے اور ان کی موت سے زندگی کا حقیقی مفہوم اور غرض و غایت سمجھنے میں مدد ملتی ہے ان کی موت سے قوموں کو سرفرازی عطا ہوتی ہے۔ مذہب حق کو جلا ملتی ہے عقائد مستحکم ہوتے ہیں، ایمان کو تازگی نصیب ہوتی ہے باطل قوتوں کے خلاف ایک ولولہ تازہ پیدا ہوتا ہے ایک نئی تاریخ رقم ہوتی ہے اکابر اور اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور کاروان حق و صداقت نئے جذبات کے ساتھ جادہ استقامت پر رواں دواں ہو جاتا ہے اور منزل قریب سے قریب تر ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو بھی اسی قسم کی شہادت نصیب ہوئی ہے جن کو 22 فروری بروز جمعرات عشاء کے قریب ان کے آبائی شہر جھنگ میں سفاکی اور درندگی کا نشانہ بنایا گیا اور ان کے قیمتی جسم کو خاک و خون میں تڑپا دیا گیا ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا مرحوم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم جب لوگوں کے سامنے اپنے اکابر کے واقعات اور اسلاف کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو مادہ پرستی اور دنیائے دوں کی محبت میں استغراق کی وجہ سے ان کو یقین نہیں آتا کہ کبھی ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے دین حق کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا دیا اور اللہ کی رضا کے لئے انہوں نے اپنا مستقبل اپنی عزت و آبرو راحت و آرائش اور زندگی داؤ پر لگا دی لیکن فرماتے تھے کہ میں اتنی قربانیاں دوں گا باطل کے خلاف اس قدر بے جگری سے لڑوں گا کہ لوگوں کو اسلاف کی قربانیوں کا یقین آجائے گا۔ لوگ جان لیں گے کہ اگر کچھ لوگ قومیت کے نام پر خون دے سکتے ہیں لسانی اور گروہی تعصبات کے لئے گردنیں کٹوا سکتے ہیں تو کچھ دیوانے ایسے بھی ہیں جو محض حق کی سربلندی کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر سکتے ہیں۔

انہوں نے متعدد بار اپنے عوامی اجتماعات میں یہ بات کہی کہ میں رب جلیل سے اپنی جان کا سودا کر چکا ہوں میں اپنے بیوی بچوں کو خدا کے حوالے کر چکا ہوں میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ میں

> مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ فرمایا کرتے تھے "میں اتنی قربانیاں دوں گا، باطل کے خلاف اس بے جگری سے لڑوں گا کہ لوگوں کو اسلاف کی قربانیوں کا یقین آجائے گا"

نہیں رہوں گا یا کوئی ایسا بدزبان نہیں رہے گا جو رسول اللہ ﷺ کے مقدس صحابہؓ کو گالیاں دے کر ان پر کیچڑ اچھالے ان کی ردائے عصمت پر چھینٹے اڑائے۔

پھر وہ مجمع سے بھی سوال کیا کرتے تھے کہ لوگو! اگر تمہارے بیوی بچے ہیں تو کیا میرے بیوی بچے نہیں؟ تم میٹھی نیند سونا چاہتے ہو میں نہیں چاہتا؟ تم عزت و مرتبت کے طلبگار ہو میں طلبگار نہیں؟ تمہارے ساتھ معاشی ضروریات ہیں میرے ساتھ نہیں؟ تمہیں جیل جانے سے تکلیف ہوتی ہے مجھے نہیں ہوتی؟ پھر کیا وجہ ہے کہ میں اکیلا ہی تڑپتا ہوں اور تم نہیں تڑپتے! میں باطل کو للکارتا ہوں تم اس سے صلح کرتے ہو میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہوں اور تمہارے جسم پر موت کے خوف سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

مولانا شہیدؒ جب اپنے مخصوص جذباتی انداز میں یہ باتیں کہا کرتے تھے تو مردہ جذبات بیدار ہو جاتے تھے اور خوابیدہ عزائم انگڑائیاں لینے لگتے تھے ان کے اس انداز بیان نے نہ معلوم کتنے دلوں کی سرد انگیٹھیوں کو گرم کر دیا اور کتنے بزدلوں کو عمل کی راہ پر لگا دیا۔

حقیقت میں مولانا حق نواز شہیدؒ کی خطابت صور اسرافیل کا کام کرتی تھی اور اس میں دم عیسیٰ کی سی تاثیر تھی وہ گول لپٹی رکھنے کے عادی نہ تھے کتمان حق سے وہ نفرت کرتے تھے درباری مولویوں پر وہ حرف بھیجتے تھے الفاظ کا ہیر پھیر اور خوشامدانہ انداز انہوں نے سیکھا ہی نہ تھا، وہ جو کہتے تھے ڈنکے کی چوٹ کہتے تھے ان کے لہجے میں تلوار کی کاٹ، بادل کی گرج، بجلی کی کڑک اور طوفانوں کی سنسناہٹ ہوتی تھی وہ شیروں کی طرح دھاڑتے

> وہ جب سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی عصمت و مظلومیت بیان کرتے ہوئے "امی! امی" کہتے جس سے جلسہ گاہ کی فضا سسکیوں اور چیخوں سے معمور ہو جاتی تھی۔

اور سمندر کی لہروں کی طرح جذبات سے اٹھکیلیاں کرتے تھے وہ خود بھی بھڑکتے تھے اور دوسروں کو بھی بھڑکاتے تھے خود بھی تڑپتے تھے اور دوسروں کو بھی تڑپاتے تھے وہ خود بھی حق کی خاطر سربکف اور آمادہ پیکار رہتے تھے اور دوسروں کو بھی اس پر آمادہ کرتے تھے ان کی خطابت میں ان کا دل سلگتا اور خون کھولتا تھا وہ شعلہ کی طرح بھڑکتے اور رعد کی طرح کڑکتے تھے وہ مصلحت سازی کے قائل نہ تھے سیاسی مصلحتیں، معاشی حالات، اپنوں کی خفگی، غیروں کا غضب، اقتدار کا خوف، وڈیروں کی سازشیں اور قید و بند کی صعوبتیں انہیں حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھیں ان کا سر صرف خدا کے سامنے جھکتا تھا وہ جب وقت کے نمرودوں اور عصر حاضر کے سبائیوں کو للکارتے تھے تو فضا تھرا اٹھتی تھی اور جذبات شعلۂ جوالہ بن جاتے تھے۔

جانثاران مصطفی ﷺ کا عشق ان کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا ان کا خمیر صحابہ کی عظمت و محبت سے اٹھایا گیا تھا وہ خلفائے راشدینؓ اور ازواج مطہراتؓ کا تذکرہ ایسے والہانہ انداز میں کرتے تھے کہ لوگ عش عش کر اٹھتے تھے وہ جب سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی عصمت اور مظلومیت کو بیان کرتے ہوئے "امی امی" کہتے تھے تو جلسہ گاہ کی فضا سسکیوں اور چیخوں سے معمور ہو جاتی تھی وہ جب صحابہ کی بے مثال قربانیوں کے ساتھ چند بے ضمیروں اور کم ظرفوں کی ان پر لعن طعن اور دشنام طرازی کا تذکرہ کرتے تھے تو کلیجے منہ کو آ جاتا اور آنسوؤں کی بارش ہونے لگتی۔

یہ ایک حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ گم کردہ راہ مسلمانوں کے دلوں میں صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی عظمت و محبت بٹھانے کے سلسلے میں بڑی بڑی جماعتوں اور انجمنوں نے سالہا سال میں وہ کام نہیں کیا جو کام یہ شعلہ مستعجل چند سالوں میں تنہا کر گیا۔

امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ

انقلاب ایران کی راہ میں سدّ سکندری

استاذ العلماء حضرت مولانا نور الہدیٰ صاحب مدظلہ، کراچی

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی اصحابہ البررۃ الکرام

1985ء کا ذکر ہے کراچی کے علاقے گوہرا کالونی میں شیعہ سنی فساد کی چنگاری بھڑک اٹھی۔ رفض کی تخریبی دسیسہ کاریاں منظر عام پر آنے لگیں، بحمدللہ جابجا قرآن کی صورت میں اٹھایا جانے لگا، مسلمانوں کا ناحق لہو بہایا گیا اور شہر کو فسادات میں جھونک دیا گیا۔ کراچی کے ایک مشہور و معروف دینی مدرسہ میں اکابر علماء سر جوڑ کر بیٹھے ایک بڑی شخصیت نے اہل علم کے سامنے یہ مدعا رکھا کہ شیعوں کی مسلم فرقوں میں حیثیت معلوم کی جائے کہ آیا یہ مسلمان ہیں یا کافر؟ یہ سنتے ہی میں چیخ پڑا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ نے بے ساختہ فرمایا کیوں دوست کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت اہل علم کی بے بضاعتی اس حد کو آ گئی کہ تیرہ سو سال کے علماء فقہاء محدثین کی شیعہ کے کفر پر حقائق آراء کے باوجود اب تک ہم اس سے لاعلم ہیں کہ شیعہ مسلمان ہیں یا کافر؟ حد تو یہ ہے کہ بعض اچھے خاصے علماء جو کہ مشار الیہ بالبنان ہیں تکفیر صحابہ سے کسی کو کافر نہیں سمجھتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کی تنقیص کرنے والوں کی تردید پر علماء کو مطعون کرتے ہیں فالی اللہ المشتکی۔ ظاہر ہے یہ بے خبری ہمارے علماء کی شیعہ مذہب کے عقائد و اصول سے ناواقفیت اور ان کی بنیادی کتابوں کے مطالعہ نہ کرنے کے باعث تھی۔

الحمدللہ بندہ اپنی کم مائیگی کے باوجود مذاہب باطلہ شیعہ سبیت کی کتب مہنگے داموں خریدنے اور ان کے مطالعہ کا ذوق شوق رکھتا ہے جس کی بناء پر مجھے تکفیر شیعہ میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اسی مجلس میں بزرگوں نے حضرت مفتی ولی حسن رحمۃ اللہ علیہ سے اپیل کی کہ آپ اس موضوع پر کام شروع کر دیں اور مکمل تحقیق کر کے علماء کے سامنے پیش فرمائیں چنانچہ مفتی ولی حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد شیعوں کی تکفیر کے موضوع پر ایک قیمتی مدلل اور مبرہن کتاب تصنیف فرمائی جو کہ آج بھی بازار سے مل سکتی ہے۔

اللہ جزائے خیر دے جھنگ کے اس جری جوان کو جو ہم بوڑھوں سے بھی سبقت لے گیا۔ عظیم الشان اجماعی مسئلہ کہ جس سے اس دور کے صاحبان جبہ و دستار لاعلم تھے اور بعض اب بھی لاعلم بنے ہوئے ہیں الا ماشاء اللہ۔ اس کو اتنا عام کیا گیا کہ اب ہر خاص و عام کی زبان پر شیعہ کے کفر کا نعرہ چڑھ کر ورد زبان بن چکا ہے۔

اس جوان (حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ) سے میری پہلی ملاقات اس طرح ہوئی کہ ایک روز میں اپنے گھر میں تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی دروازہ کھولا تو مختصر قد و قامت کے ایک صاحب سر پر قراقلی رکھے کھڑے تھے علیک سلیک کر کے بیٹھے کچھ لمحات گزرنے کے بعد فرمایا کہ مجھے حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بندہ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ حق نواز نامی عبقری جوان ایک ایسی رعب و دبدبہ کی حامل ہستی میرے جیسے گمنام شخص علم و عمل سے تہی دست و تہی دامن کے غریب خانہ پر تن تنہا کارکنوں کا ہجوم اور نہ باڈی گارڈ کا گھیراؤ کس طرح تشریف لا سکتے ہیں؟ معمولی خاطر تواضع کے بعد فرمایا کہ آج رات لیاقت آباد میں سپاہ صحابہ کی کانفرنس ہے، جس کی صدارت آپ کو کرنا ہے۔ غالباً یہ انجمن سپاہ صحابہ کی کراچی میں پہلی کانفرنس تھی۔ بندہ نے فوراً دعوت قبول کر لی اور میں نے کہا کہ یہ میرے لئے سعادت ہے۔ اس کے بعد مولانا تشریف لے گئے رات کو جب بندہ جلسہ گاہ میں پہنچا تو یہ عجیب منظر دیکھا کہ ابتداء میں حاضرین کی تعداد دس کے برابر تھی لیکن جب حق نواز رحمۃ اللہ علیہ سٹیج پر آئے اور شیر کی طرح گرجنے لگے تو پنڈال چند ہی لمحوں میں اپنی تنگ دامانی کی شکایت کرنے لگا، معلوم نہیں یہ انسان کہاں کہاں سے امڈ کر آ رہے تھے؟ تقریر کا ایک ایک جملہ سن کر بے پایاں مسرت ہوتی تھی کیونکہ عام علماء کی عادت کے برعکس مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ شیعیت پر بھرپور مطالعہ رکھتے تھے، ہر دعویٰ مبرہن اور ہر بات بحوالہ۔ دل کی گہرائیوں سے اس نوجوان کے لئے دعائیں نکلتی تھیں اور بے شمار توقعات وابستہ ہو گئیں۔

1964ء کا ذکر ہے کہ میں اپنی فراغت سے قبل کوہاٹ میں مدرس تھا وہاں شیعہ سنی اقوام آباد ہیں لاعلمی اور جہالت کی انتہا یہ تھی کہ شیعوں اور سنیوں میں باہمی مناکحت کا رواج تھا۔ شیعہ لڑکی سنی کے گھر اور سنی لڑکی شیعہ کے ہاں ایک عام سی بات تھی اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ شیعہ کے عقائد دبیز پردوں میں پوشیدہ تھے اور یہی حال صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب کا بھی تھا۔ مولانا حق نواز کی تحریک نے اور کوئی نتیجہ دیا ہو یا نہ دیا ہو یہ نتیجہ ضرور دیا کہ شیعہ کا کفر عوامی سطح پر طشت از بام ہوا جس سے شیعوں کے ساتھ رشتوں ناتوں کا سدباب ہوا۔ والحمدللہ کیا یہ ایک عظیم کارنامہ نہیں؟

ایران کے شیعہ انقلاب کو جغرافیائی حدود پار کرکے پہلے ہی پڑاؤ پاکستان میں منہ کی کھانی پڑی اور وہ اپنی بل میں واپس گھسنے پر مجبور ہو گیا۔

علاوہ ازیں ہمارے حکمران جو عموماً مذہب سے لاعلم اور لاتعلق رہتے ہیں ان کے ذہنوں میں بھی یہ بات راسخ ہوئی ہے کہ شیعہ عام اسلامی فرقوں کی طرح ایک مسلم فرقہ ہے بلکہ بہت سے تو اسے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فقہی اختلاف کی طرح ایک فروعی اور فقہی اختلاف سمجھتے تھے۔

مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم تحریک نے ان کے دل و دماغ کو اس خیال فاسد سے شفا بخشی اور پاکستان کے حکمران اور سیاسی طبقوں کے سامنے یہ آشکارا ہوا کہ شیعہ سنی اختلاف ایک حقیقی اعتقادی اور بنیادی اختلاف ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ ایرانی انقلاب پسپا ہونے پر مجبور ہوا حالانکہ ایرانی شیعہ انقلاب کے راہنما بڑے کروفر کے ساتھ یہ خواب دیکھنے لگے تھے کہ اب یہ انقلاب جغرافیائی حدود کو پار کرتے ہوئے پاکستان اور خلیجی عرب ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا تا آنکہ مکہ و مدینہ اس کی آخری منزل ٹھہرے گی۔

مگر قدرت نے اس کی پیش قدمی روکنے کے لئے ایک مرد قلندر کا انتخاب کر لیا تھا۔ چنانچہ اپنوں اور بیگانوں کی مخالفت اور اس راہ کے مصائب و شدائد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی راہ میں سد سکندری بن گئے جس کے نتیجہ میں اسے اپنے پہلے ہی پڑاؤ پاکستان میں منہ کی کھانی پڑی اور اپنے بل میں واپس گھسنے پر مجبور ہونا پڑا اور اب اسے وہاں یعنی ایران میں بھی چین نہیں۔ الحمدللہ

بعض اہل علم مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کو فرقہ واریت سے تعبیر کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ باطل کے چہرے سے نقاب کشائی فرقہ واریت کہلائی جاتی ہے۔ کیا قادیانیت کے خلاف جدوجہد فرقہ واریت تھی؟ دیوبندیت کی پہچان ہی رضاخانیت کی مخالفت پر ہے اور عرفاً دیوبندی، بریلوی دو متقابل مکاتب فکر سمجھے جاتے ہیں۔ کیا دیوبندیت فرقہ واریت کے عنوان سے مطعون کی جائے گی؟ اور پھر مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد تو دفاعی تھی بلکہ فریادی تھی انہوں نے دلائل کا سہارا لیا۔

زیادتی کا ارتکاب شیعیت نے کیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا بازی بلکہ فحش اور ننگی گالیوں پر مبنی لٹریچر کا سیلاب بالخصوص ایرانی انقلاب کے بعد امڈ پڑا تھا جس کے آگے بند باندھنا علماء حق کا فریضہ تھا مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سب کی طرف سے یہ فرض کفایہ ادا کیا اس پر تو ان کا شکر گزار ہونا چاہئے تھا نہ کہ ان کو مطعون کیا جاتا۔

اندازہ تھا کہ اس نوجوان نے دنیائے اسلام کے بدترین

باقی صفحہ نمبر 46 پر

مردِ حق.....حق نواز شہیدؒ

حضرت مولانا عبدالرشید بلال صاحب مدظلہ
صدر مدرس دینی درسگاہ خان گڑھ

سر پہ ٹوپی، شلوار قمیض میں ملبوس، ہاتھ میں کلہاڑی لئے ایک نحیف وکمزور، دبلا پتلا نوجوان بڑی سنجیدگی سے جب اپنے موضوع کی طرف آیا تو چند منٹوں میں پورے مجمع کو تڑپا کر رکھ دیا۔

شکر ہے تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے راہِ حق دکھایا میں تو اس قابل نہ تھا

غالباً 1973ء کی بات ہے کہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ میں استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا منظور الحق نوراللہ مرقدہٗ کے دورِ اہتمام میں دارالعلوم کا سہ روزہ سالانہ جلسہ ہوا۔ جس کے دوسرے دن بروز ہفتہ بعد نماز ظہر کی نشست کے آخری مبلغ مناظر اسلام فاتح رافضیت ولی کامل حضرت علامہ مولانا دوست محمد قریشی برداللہ مضجعہٗ صدر المبلغین تحریک تنظیم اہل السنۃ کے بیان ذیشان سے پہلے حضرت قریشی کی موجودگی میں دارالعلوم کے صدر مدرس و شیخ الحدیث حضرت مولانا بابا علی محمد نے مائیک سنبھال کر اعلان کیا کہ دارالعلوم کے فخر و سپوت عزیزی مولوی حق نواز جھنگوی (جنہوں نے ابتداء سے آخر تک تقریباً تعلیم اس دارالعلوم میں حاصل کی ہے اور گذشتہ سال خیر المدارس ملتان سے سند فراغت حاصل کی ہے) چند منٹ بیان فرمائیں گے۔ بس اعلان کے بعد سر پر ٹوپی شلوار قمیض میں ملبوس ہاتھ میں کلہاڑی لئے ایک نحیف و کمزور دبلا پتلا نوجوان بڑی سنجیدگی سے وہ طریقت شیخ المشائخ حضرت مولانا سید خورشید احمد گیلانی خلیفہ مجاز حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی زیر صدارت بیان ذیشان کرنے لگا۔ بیان تو من و عن یاد نہیں، ہاں اتنا یاد ہے کہ بعد از خطبہ مسنونہ مدرسہ کی توصیف و تعریف اور اساتذہ کرام کی حوصلہ افزائی پر ان کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنے موضوع کی طرف آیا پھر کیا تھا کہ حضرت قریشی گرجدار آواز میں نعرے لگا رہے ہیں اور پورا مجمع بڑے جوش و جذبہ سے ان کا جواب دے رہا ہے۔ پھر کیا تھا کہ چند منٹوں میں پورے مجمع کو تڑپا کر داد وصول کرتے ہوئے وآخر دعوانا کہہ کر یہ نوجوان نیچے جا بیٹھا۔ بعدہٗ حضرت قریشی نے اس (اپنے ہونہار شاگرد رشید) نوجوان کے بارے میں جو پیشنگوئی والے کلمات طیبات فرمائے۔ وہ بس انہیں کا حق تھا کیونکہ

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

خیر جلسہ ختم ہوا اس کے بعد اساتذہ کرام اور طلبہ وقتاً فوقتاً تقاریر و بیانات پر جو تبصرہ کرتے ان میں مولوی حق نواز جھنگوی کی تقریر کا بہت دنوں تک ذکر خیر ہوتا رہا۔ دارالعلوم میں اس سپوت کے متعلق ان کے اساتذہ کرام اور ساتھی بڑی خوشی محسوس فرماتے رہے، یہ تھی فراغت کے بعد ان کی پہلی تقریر جو بندے نے سنی، اگرچہ اس سے پہلے امام الصرف والنحو حضرت مولانا محمد اشرف شاد (سابق مدرس دارالعلوم کبیر والا و شکور جاودان و اشرف العلوم شجاع آباد و جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی و جامعہ عثمانیہ شورکوٹ) بانی جامعہ اشرفیہ مانکوٹ، مورخ اسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمن فاروقی، پیر طریقت سید جاوید حسین شاہ وغیرہم کے ہمراہ تاج الاولیاء قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی نقشبندی قادری چشتی سہروردی کی خدمت میں دورہ تفسیر میں شرکت کے ذریعہ بندہ کا معمولی تعارف پہلے سے تھا لیکن تفصیلی بیان سن کر اب پتہ چلا کہ مولانا حق نواز کیا ہے۔ پھر کئی سال تک کئی مقامات پر ان کے بیانات سنتے رہے تاہم مظفر گڑھ، مباہلہ ضلع جھنگ کا مشہور واقعہ پیش آیا جس میں خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمی اور امیر عزیمت کا قائدانہ تاریخی کردار قرآن صحابہ کے دفاع میں کبھی نہیں بھلایا جاسکتا۔

پھر 1983ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم شیخ الحدیث جامعہ محمودیہ جھنگ کے مشورہ اور جامع المعقول والمنقول استاذ گرامی حضرت مولانا منظور الحق صدر مدرس دارالعلوم کبیر والا کے فرمان ذیشان پر حضرت جھنگوی نے بندہ سے جامعہ محمودیہ جھنگ کی تدریس کے لئے حکم فرمایا مگر بندہ محض ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے حکم پورا نہ کرسکا جس پر آج تک گہرا افسوس ہے۔ آپ کے ہزارہا یادگار واقعات میں سے آپ کا مدرسہ دینی درسگاہ خان گڑھ میں تشریف لانا اور اس کے بعد دشمنان اسلام کفار عجم کا جوابی کانفرنس کرنا کہ جس میں حضرت امیر عزیمت ؒ کو دشمنان اسلام نے ماں بہن کی ننگی گالیاں دیں تاہم صحابہ کرام ؓ کے نام نامی اسم گرامی از راہ تقیہ برائے ادب و احترام سے لیتے رہے جس کا جواب الجواب دینے اور دوسری کانفرنس کے لئے مدرسہ کے مہتمم خواجہ حافظ عبدالرحیم سرپرست سپاہ صحابہ ضلع مظفر گڑھ اور دوسرے احباب کے ساتھ ساتھ بندہ نے شجاع آباد کانفرنس میں وقت مانگا تو مولانا نے یہ فرما کر سب کو خاموش کرادیا کہ میرا مقصد پورا ہوگیا کہ شیعہ شرالبریہ کو اب جرأت نہیں ہے ہاں بعد میں مدرسہ اسلامیہ دینی درسگاہ خانگڑھ کے مشہور سالانہ سہ روزہ جلسہ کی آخری نشست میں بیان کی دعوت آنجناب نے قبول فرمائی۔ اور خود بنفس نفیس تاریخ اپنی ڈائری پر لکھی لیکن افسوس کہ جلسہ سے چند دن پہلے حضرت امیر عزیمت شہید کردیئے گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

پھر حق کی آواز حضرت امیر عزیمت کے جنازہ میں سینکڑوں رکاوٹوں کے باوجود والہانہ انداز میں قافلوں کی شکل میں مسلمانوں کا شریک ہونا یہ بھی حضرت امیر عزیمت کی کرامت ہے اسی طرح زیر علاج ہسپتال میں داخل شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہٗ کو ڈاکٹروں کا روکنا اور چلنے پھرنے کی اجازت تک نہ دینے کے باوجود حضرت شیخ الاسلام کا جنازہ میں شرکت کرنا اور یہ فرمانا کہ میں آیا نہیں بلکہ بھیجا گیا ہوں پھر بوقت جنازہ عجیب انداز میں رم جھم ہونا اور حضرت شیخ الاسلام کا حضرت امیر عزیمت کے جنازہ کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہٗ کے جنازہ کے ساتھ تشبیہ دینا اور قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری فرما کر جنازہ پڑھانا آپ کی شرف و کرامت سے کم ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پھر چند ماہ بعد ہمارے علاقے خانگڑھ میں ہمارے ایک عزیز کی شادی خانہ آبادی پر جانشین امیر شریعت عطاء اللہ المحسن شاہ بخاری ؒ شریک ہوئے۔ ساتھیوں کے مشورہ پر بندہ نے حضرت شاہ جی سے کچھ دیر بیان ہوجانے کی درخواست کردی جس پر حضرت شاہ جی نے چند منٹ بیان کرنے کا وعدہ کرلیا پھر حضرت سید عطاء المحسن شاہ صاحب نے بیان شروع کیا تو کسی اہم بات پر میرے برادر خورد مولوی عبدالغفور سعدی نے نعرہ تکبیر لگا دیا جس پر حضرت شاہ جی بہت خفا و ناراض ہوئے اور فرمایا کہ او صوفی کیا اس طرح نعرہ لگایا جاتا ہے؟؟ اگر نعرہ لگانا ہے تو اس طرح لگا جس طرح امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی نے لگایا ہے بس پھر کیا تھا کہ تقریباً آدھا گھنٹہ حضرت شاہ جی حضرت امیر عزیمت کی توصیف و تعریف کرتے رہے۔ خود بھی روتے رہے اور مجمع کو تڑپاتے رہے اور فرمایا کہ حق نواز کیا تھا؟؟ آج تک سمجھ نہیں آیا کیونکہ خطابت ہمارے گھر کی لونڈی ہے جب امیر شریعت کیا بلکہ امیر شریعت کے بیٹوں کی خطابت کا عروج تھا اس وقت تو حق نواز پیدا بھی نہ ہوا ہوگا لیکن قربان جایئے اس شخص نے چند

لمحوں میں اپنی خداداد صلاحیت سے خطابت و قیادت میں وہ تاریخی کام کیا کہ ہم دیکھتے ہی رہ گئے اور آسمان کی رفعتوں سے بھی بلند

سید عطاء المحسن شاہ بخاری نے دوران تقریر نعرہ لگانے پر فرمایا او صوفی! کیا اس طرح نعرہ لگایا جاتا ہے؟ اگر نعرہ لگانا ہے تو اس طرح لگا جس طرح امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگویؒ نے لگایا ہے۔

مقام پا گیا۔ اور پھر عجیب انداز سے آسمان کی طرف سر جھٹک کر دیکھا کہ شاہ جی کی ٹوپی مبارک پیچھے گر گئی اور فرمایا کہ اس شخص کی بلندیوں تک پہنچنا تو درکنار اس کا سوچنا بھی مشکل ہے اور فرمایا کہ دفاع صحابہ میں امیر عزیمت نے وہ سنہرا کام کیا ہے کہ شاید امیر شریعت بھی ایسا نہ کر سکتے۔ ادھر راقم الحروف کا یہ حال کہ جب سپاہ صحابہ بنی تو اس وقت بعض حاسدین نے ہمارے جیسے بہت لوگوں کو باور کرایا کہ یہ سپاہ صحابہ (الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق) شیعی جیسے کافر و مکار آدمی کی شہ پر بنی ہے اور اس جماعت کا سارا خرچہ ایرانی حکومت ادا کرتی ہے کیونکہ ایران و امریکہ چاہتا ہے کہ ملک پاکستان میں شیعہ سنی فسادات کرا کے ملک پاکستان پر نعوذ باللہ قبضہ کیا جاوے۔ در اصل حقیقت سے بہت دور یہ عجیب شیطانی منطق حاسدانہ سوچ تھی کہ جس پر بندہ راقم الحروف نے بھی اعتماد کر لیا اور امیر عزیمت کو ایرانی ایجنٹ سے کم نہیں کہتا تھا۔ حتی کہ جب مظفر گڑھ میں آگ اور شعلے نامی مشہور خطاب ہوا تو بندہ نے اپنے مدرسہ دینی درسگاہ کے طلبہ کو سختی سے اس میں شرکت سے روکا یا اور بات کہ طلبہ کے جذبات ہی کچھ اور تھے کہ میرے روکنے کے باوجود وہ کانفرنس میں شریک ہوئے اسی طرح خیر المدارس کے سالانہ پروگرام میں جب محترم قاری محمد حنیف جالندھری نے مولانا محمد عبداللہ کے نام سے بیان کے لئے حضرت امیر عزیمت کو دعوت دی تو استاذ المکرم مولانا محمد اشرف شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کو ذاتی محبت کی بنا پر یہ کہہ کر کہ "یہ سب کچھ ایرانی چکر ہے لہٰذا اس کی تقریر نہیں سنتی" پہلے تو اٹھا کر ایک طرف لے گیا۔ مگر "قدر پھلاں دی بلبل جانے صاف دماغاں والی" کہ حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے جواباً فرمایا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ شخص (امیر عزیمت ؒ) اپنے مشن میں بالکل سچا ہے وغیرہ۔ غرض یہ کہ مجھے بہت سمجھا بجھا کر تقریر سننے کے لئے پنڈال میں لے آئے جب بادل نخواستہ بندہ نے کچھ سنا ادھر حاسدین کی ذہن سازی کی وجہ سے بندہ دوران تقریر بڑبڑاتا رہا اور حضرت شیخ کو اشارات کے ذریعہ متنفر کرنے کی ناپاک کوشش کرتا رہا یا اور بات کہ حضرت شیخ الصرف کی امیر عزیمت سے محبت و عقیدت میں مزید سے مزید اضافہ ہوتا گیا۔ آخر تقریر ختم ہونے پر فرمایا کہ پہلے تو میں بھی تیری طرح کچھ تذبذب میں تھا لیکن اس بزرگ کی تاثیر بھری برحقیقت آواز حق سننے کے بعد میرے تمام اشکالات دفع دور ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ تجھے بھی ہدایت دے لیکن پھر بھی کچھ عرصہ تک جب بھی حاسدین کے ساتھ مل بیٹھ کر گپ شپ ہوتی تو وہ لوگ اسی طرح حق کے خلاف اکساتے کہ بندہ بھی امیر عزیمت سے بغض و نفرت میں ان سے پیچھے نہیں رہتا تھا۔ آخر کار ڈیرہ غازی خان میں اقبال روڈ پر کانفرنس ہو رہی تھی کہ میرے انتہائی مخلص و مہربانی بھائی مولانا محمد اصغر قریشی اور دوسرے احباب مجھے زبردستی ڈیرہ غازی خان لے گئے میں نے دو تین کلو گنڈیریاں اس نیت سے خرید لیں کہ جلسہ گاہ سے دور پیچھے بیٹھ کر کھاتے رہیں گے اور وقت گزر جائیگا تاکہ تقریر نہ سننی پڑے۔

لیکن ہوا یہ کہ شاعر انقلاب طاہر جھنگوی کی نظم ہو رہی تھی کہ حضرت امیر عزیمت جھنگوی ؒ سٹیج پر تشریف لائے اور ان کا والہانہ استقبال ہونے لگا بس پھر کیا تھا کہ بندہ کے دل میں ایک عجیب سا خیال ابھرا کہ ساتھیوں کو دور بٹھائے اور ان کو بتائے بغیر سٹیج کی طرف مجمع کو چیرتا پھاڑتا چل دیا۔ ادھر حضرت امیر عزیمت ؒ نے خطبہ کیا پڑھنا شروع کیا کہ میرے دل و جگر میں ایک ایک لفظ پیوست ہو گیا۔ حضرت خطبہ سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ راقم الحروف سٹیج کے قریب پہنچ گیا۔ سکیورٹی والے حضرات نے مجھے سٹیج پر جانے سے روک لیا۔ جس پر حضرت امیر عزیمت کے اشارہ اجازت پر مجھے سٹیج پر جانے کی اجازت کیا ملی گویا استقبال ہوا۔ اور برادر مکرم جناب فلک شیر صاحب نے اپنے پاس بیٹھنے کی جگہ دی اور بندہ نے توجہ سے بیان سننا شروع کیا۔ بالخصوص امی عائشہ طاہرہ طیبہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا کے ناموس و عفت کے بیان کرنے پر حضرت کے غیرتی والے طرز نے اس قدر متاثر کیا کہ بندہ شرمندہ ہمیشہ کے لئے صدق دل سے توبہ تائب ہو کر فانی فی الصحابہ حضرت امیر عزیمت کا گرویدہ ہو گیا۔ پھر تو بار بار بیانات سننے اور آپ کی محافل میں بیٹھنے سے یقین ایمان کی حد تک کامل ہو گیا کہ اب تک کی یہ ساری نفرت شیاطین من الجن والانس حاسدین کی کارستانی اور حقیقت کی طرف گہری نظر سے متوجہ ہونے کا نتیجہ تھی۔ ورنہ حق کی آواز سو فیصد آواز حق تھی اور سچ ہی سچ تھی۔ اور پھر یقین ہو گیا کہ آپ کے اس طرز کے مخالفین یا تو دشمنان اسلام شیعہ شرالبریہ کافر ہیں یا حسد جیسے موذی مرض میں مبتلا معاندین ہیں یا پھر حضرت کے مشن کو جنہوں نے نہ سنا ہے نہ سمجھنے کی کوشش کی ہے اور نہ قرآن و سنت کا کبھی دل لگی سے مطالعہ کیا ہے اور نہ کبھی شرالبریہ کے شنیع شیطانی انقلاب کے بعد کلینی، مجلسی و خمینی نظریات کفریہ افکار کے ننگے ہو چکنے کے باوجود ان کا مطالعہ کیا ہے جس کی وجہ سے ایسے لوگ مخالفت برائے مخالفت کر رہے ہیں ورنہ حق کے پرستار حق کے متلاشی حق کی آواز کی کبھی بھی مخالفت نہ کرتے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه . آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

بقیہ نوید انقلاب

ذرا ملاحظہ تو کیجئے جنہوں نے صحابہ کے تذکرے کو بلند کیا اللہ نے ان کے تذکروں کو بلندیاں عطا کیں کہ ظالم حکمرانوں کے تمام تر زور و جبر کے باوجود ان کے پرستاروں کے ذہنوں سے انکی محبت اور زبانوں سے ان کے نعروں کی گونج کو سلب نہیں کیا جا سکا۔ آج کے بہت سارے ایسے خطباء جو فن خطابت کے اصولوں سے ناواقف ہونے کے باوجود عوام کی سماعتوں کے مرکز اور محور نظر آتے ہیں تو انکی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ صحابہ کے تذکروں نے انکی خطابت میں ایک رنگ بھر دیا ہے اور لوگوں کی ایک کثیر تعداد صحابہ کے تذکرے سن کر اپنے ایمان کی تازگی اور روح کی بالیدگی کا سامان کرنا چاہتی ہے کیونکہ

توحید و رسالت کی تشہیر صحابہ ہیں
سرکار کی سیرت کی تقریر صحابہ ہیں
جو بار نبوت کا آقا نے اٹھایا تھا
اس بار نبوت کے شہتیر صحابہ ہیں

اِک مصافحہ کی لمس

جناب محمد مظہر عباس مہار سرائے سدھو

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور مے خانہ

آہ...... امیر عزیمت ؒ کی زندگی اور کردار پر کچھ لکھتے ہوئے عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیا لکھوں، کہاں سے شروع کروں، کہاں ختم کروں، جھنگوی شہیدؒ نے جہاں اصحاب رسول ﷺ کی حرمت کے لئے بے مثال محنت اور عظیم قربانی پیش کر کے قرون اولیٰ کی مثال قائم کی وہیں غریب اور مظلوم سنی مسلمانوں میں کردار صحابہ کی بجی روح بیدار کی اور سنی نوجوانوں کو ظالم جاگیرداروں اور فرعون صفت وڈیروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت پیدا کی۔

دے گیا چڑیا کے بچوں کو عقابی بال و پر
اک پرندہ اڑ گیا آدمی کے منہ پر تھوک کر

وہ وڈیرے جو عام لوگوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے اب کسی باریش نوجوان کو دیکھ کر لرز سے جاتے ہیں اور ان کے چہروں سے معلوم ہونے لگتا ہے کہ جیسے ان کی رگوں میں خون کی گردش جم سی گئی ہے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ کے یہ الفاظ کہ تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنا لیا ہے جب کہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے۔

اس عظیم شخصیت کی اس عظیم سوچ کو امیر عزیمت ؒ نے اس معاشرے کی سوچ بنا دیا اس انقلاب کے ساتھ ساتھ امیر عزیمت ؒ نے اپنے ایک خاص نظریے کے علاوہ اپنے مکتب فکر کو ایک خاص قوت اور ایک بڑی تعداد ایسے نوجوانوں کی جو کہ پہلے مذہب اور عقائد سے کوسوں دور تھے ان کو اہل حق کا شیدائی اور اسلام کا سچا سپاہی بنا دیا۔

اگر گستاخی محسوس نہ ہو تو عرض ہے کہ باقی اکابرین اور جماعتوں کی جدوجہد اور اخلاص سے انکار نہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ مولانا حق نواز جھنگوی ؒ کی دو تین سالہ جدوجہد نے تعداد کے لحاظ سے جتنا نتیجہ دیا اتنا بہت ساری جماعتوں اور لوگوں نے پچھلی نصف صدی میں حلقہ احباب پیدا نہیں کیا۔

اب ذرا میں اپنے حوالے سے بطور مثال اور ساتھ ساتھ امیر عزیمت ؒ کی یادوں کی غرض سے عرض کرتا ہوں۔

میرا تعلق ایک ایسے دیہاتی گاؤں سے ہے جہاں پورے گاؤں اور قرب و جوار میں مذہبی حالت انتہائی ڈراؤنی تھی، پورا علاقہ مذہبی بدعات اور درباری مجاوروں کی شرکیہ لپیٹ میں بری طرح لپٹا ہوا تھا اہل حق کا نام لوگ گالی سمجھ کر لیتے تھے اور مثالیں دے کر سناتے تھے کہ فلاں علاقہ میں ایک نئے مذہب کے لوگ ہیں وہ ایسے کرتے ہیں ایسے کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور خاص کر میرے قبیلے کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ پورے قبیلے میں چھوٹے بچوں سے لیکر بوڑھوں تک کسی کو نماز تو دور کی بات ہے اکثریت کو کلمہ کے الفاظ نہیں آتے تھے۔ پورے علاقے کے جنازوں کے لئے دو تین کلو میٹر دور قصبہ سے ایک مولوی صاحب آتے تھے جن کے چہرے پر بار یک مشین سے تراشی ہوئی معمولی سی داڑھی ہوتی تھی اور بغل میں ایک تھیلا جس میں مختلف سالن اور کھانے وغیرہ کے برتن۔ غالباً 1987ء کی بات ہے میں اس وقت چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا اور عشاء کے وقت ٹیوشن پڑھنے قریبی قصبہ سرائے سدھو جا رہا تھا کہ شہر میں سامنے سے ایک پرانی سی کار گزری جس میں مولوی حضرات سوار تھے میرے ایک کلاس فیلو نے شور مچایا کہ مولانا حق نواز جھنگوی ؒ جا رہے ہیں اور یہ محلہ اسلام آباد میں مولانا عبدالستار رحمانی کے پاس جا کر دفتر کا افتتاح کریں گے۔ میرا وہ کلاس فیلو کار کے پیچھے بھاگنے لگا اور میں بھی اس کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اس سے قبل میں نے حضرت جھنگوی ؒ کا نام نہیں سنا تھا خیر ہم متعلقہ مقام پر پہنچے تو جھنگوی ؒ وہاں دفتر میں دس پندرہ افراد کے سامنے کھڑے ہو کر باتیں کر رہے تھے ہم نے وہاں جھنگوی شہید ؒ سے مصافحہ کیا جس کی لمس میں آج تک محسوس کر رہا ہوں۔ اس کے بعد دوبارہ ٹیوشن پر چلے گئے مجھے نہیں معلوم کہ مولانا ؒ کیا فرما رہے تھے اور نہ ہی مجھے اس کا شعور تھا اس سے کچھ عرصہ بعد ایک دوست کی زبانی معلوم ہوا کہ موضع ارجانی کے ایک گاؤں میں جلسہ ہے ایک عجیب سے کشش نے کھچاؤ شروع کر دیا کہ جلسہ میں شامل ہونا چاہئے تاریخ مقررہ پر بذریعہ سائیکل ظہر کے وقت جلسے کے مقام پہنچ گیا تو وہاں لوگ ایک طرف اکٹھے ہو کر بحث و تکرار کر رہے تھے معلوم ہوا کہ مولانا ؒ ابھی نہیں پہنچے اور علاقہ کا ایک زمیندار جو کہ یہاں کے کسی سیاسی وڈیروں جو کہ ملک کے مشہور رافضی ہیں کا خاص پالتو تھا جلسہ کینسل کرنے پر بضد تھا۔ جلسہ کروانے والے بیچارے غریب رعایا تھے کافی پریشانی کا ماحول تھا اتنے میں مولانا تشریف لے آئے کچھ باہر کے لوگوں کے اصرار پر مقامی زمیندار نے اس شرط پر تقریر کی اجازت دی کہ مقامی سیاست اور رافضیت کے متعلق کوئی بات نہیں ہوگی۔ مقامی لوگوں نے جھنگوی ؒ کو صورتحال سے آگاہ کر دیا مولانا صاحب نے بیان شروع کر دیا اور وہ زمیندار مولانا کے سامنے مجمع میں بیٹھ گیا۔ مولانا ؒ نے جب حق و باطل میں تمیز بتانی شروع کی تو زمیندار سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ کھڑا ہو کر بارعب انداز میں بات کرنے سے روکنے لگا

> **مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے غریب سنی نوجوانوں کے اندر ظالم جاگیرداروں اور وڈیروں کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کی جرات پیدا کی۔**

مولانا نے یہ صورتحال دیکھی تو مولانا نے اس کو بیٹھ جانے کو کہا زمیندار نے آگے بڑھ کر مولانا پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تو مولانا نے اپنے ہاتھ میں لی ہوئی مخصوص کلہاڑی کا زمیندار پر وار کر دیا جسے لوگوں نے لپک کر پکڑ لیا اس کے بعد تمام لوگ زمیندار کو پکڑ کر دھکے دے کر مجمع سے باہر نکال لائے اور مولانا نے اپنی تقریر جاری رکھی اور وہ زمیندار وہاں سے سیدھا مقامی تھانہ پہنچا، کچھ دیر بعد ایس ایچ او دیگر پولیس اہلکاروں کے ہمراہ جلسہ میں پہنچ گیا، مولانا سے ایس ایچ او کی باتیں ہوئیں، مختصر کہ ایس ایچ او نے باتیں سننے کے بعد زمیندار کی بے عزتی کی اور واپسی پر پولیس اپنے تانگہ میں مولانا صاحب کو بٹھا کر لاری اڈا سرائے سدھو چھوڑ گئی مجھے خطاب کی کوئی خاص سمجھ نہ آئی مگر اتنی بات تو سمجھ آ گئی کہ حضرت محمد ﷺ، سیدنا علی ؓ، سیدنا حسن ؓ، سیدنا حسین ؓ کے علاوہ بھی کوئی قابل احترام صحابہ ہیں اور شیعہ مذہب غلط ہے یعنی جتنا میرا شعور تھا خیر جلسہ سے واپس آ گیا گھر آ کر میں نے ذکر کیا تو گھر والوں رشتہ داروں اور علاقہ کے لوگوں نے بہت ڈانٹا کہ تو جلسہ پر کیوں گیا اس کے بعد عرصہ دراز تک اس سلسلے میں کوئی بات نہ ہوئی، اس کے بعد میں نویں جماعت میں تھا تو ایک دن بائی گڑھ سرگانہ ہائی سکول میں بیٹھے ہوئے تھے کہ قریبی مسجد سے اعلان سنا کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید ؒ ہو گئے ہیں یہ اعلان سننا تھا کہ دل غمگین ہو گیا اور احساس پیدا ہوا کہ میرا کوئی اپنا مر گیا ہے۔ کئی دن تک اداسی چھائی رہی گھر آ کر میں نے اپنے ایک دوست رب نواز مہار کے سامنے اس غم کا اظہار کیا تو رب نواز جو کہ دوسرے ماحول کا تھا اس نے مولانا ؒ کے متعلق نازیبا الفاظ کہا تو میں طیش میں آ گیا اور میں نے اسے تھپڑ دے مارا اور دھکے دینا شروع کر دیئے (نوٹ: اب رب نواز باشرع نوجوان اور مولانا کا دیوانہ ہے) اس کے کچھ عرصہ بعد سکول سے واپسی پر آتے ہوئے معلوم ہوا کہ قریبی علاقہ چھلا مدینہ پر مولانا جھنگوی کی جماعت کا جلسہ ہے جس میں علامہ علی شیر حیدری ؒ اور دیگر حضرات کا خطاب ہے میں وہاں سے سیدھا جلسہ میں چلا گیا حیدری ؒ کے خطاب سے دل کی دنیا بدل گئی اس وقت میں باشعور تھا، بات ذہن میں آ گئی گھر آ کر میں نے لوگوں سے بحث شروع کر دی میں لوگوں میں پاگل، دیوانہ اور مرتد مشہور ہو گیا۔ مگر اس راستے پر مضبوط ہو گیا۔ بہت ساری رکاوٹوں اور مجبوریوں کے باوجود دور دور تک علامہ ضیاء الرحمن فاروقی شہید ؒ، علامہ اعظم طارق شہید ؒ اور دیگر قائدین اور اکابر علماء کے بیانات سنتا رہا اور کتابیں پڑھتا رہا اور ساتھیوں سے ملتا رہا کچھ عرصہ بعد میرا وہ دوست رب نواز میرا ہمسفر بن گیا پورے علاقہ میں ہم دو ساتھی ہو گئے۔ مختصر

باقی صفحہ نمبر 46 پر

غلبہ اسلام کی عالمگیر جدوجہد میں

امیر عزیمت حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا اساسی کردار

جناب محمد حامد ترابی اسلام آباد

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

22 فروری 1990ء کو سپاہ صحابہ کے بانی مجدد العصر امام انقلاب امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے غلبہ اسلام کے عالمگیر نصب العین کی خاطر اپنے لہو کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ استعماری قوتوں نے یہ سوچ کر کہ دنیا میں غلبہ اسلام میں جدوجہد رک جائے گی۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے ایک عظیم علمبردار کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا اور اپنے تئیں عالم اسلام کو اس مایہ ناز سپوت سے محروم بھی کردیا لیکن دنیا کے حالات جس طرح آج پلٹا کھا رہے ہیں، ہر کوئی جان گیا ہے کہ حضرت امیر عزیمت کا پیش کردہ نظریہ جو کہ قرآن وسنت سے نکلا ہے ہر کلمہ گو نے قبول کرلیا تھا اور ان کی پُرسوز اور پُراثر آواز سے فرزندان اسلام کے سینوں میں جذبات کا جو سمندر موجزن تھا اب وہ چہار دانگ عالم میں جھلک رہا ہے عالمی سامراج کے تمام ایجنٹ انگشت بدنداں ہیں کہ وہ مولانا حق نواز جھنگوی کو شہیدؒ کرکے جو خواب سجائے بیٹھے تھے وہ کیسے چکنا چور ہو رہے ہیں اور اسلام کا عالمگیر غلبہ کم ہوتا نہیں دکھائی دیتا۔ صیہونیت جس نے تمام اسلام اور مسلمان طاقتوں کا اپنے پنجے میں جکڑ رکھا ہے اپنی چودہ سو سالہ شکست مٹانے کے لئے اسلام کے ساتھ فیصلہ کن معرکے کی تیاری کررہی ہے۔ امیر عزیمت کے ساتھ شہادت میں اسی کا ہاتھ تھا اور مقصد ظاہر ہے یہی تھا کہ کسی طرح امت مسلمہ کو بیدار نہ ہونے دیا جائے۔ 22 فروری 1990ء کو ملت اسلامیہ پر صیہونیت نے جو شب خون مارا تھا وہی اب اس کی نابودی کی وجہ بن رہا ہے۔ بزور طاقت جنود آج تک حق دبایا جاسکا ہے اور نہ تا قیامت دبایا جاسکے گا۔

22 فروری 1990ء کو ملت اسلامیہ پر صیہونیت نے جو شب خون مارا تھا اب وہی اس کی نابودی کی وجہ بن رہا ہے

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جو نظریہ مبنی برحق ہو اس کا پیش کرنے والا اپنے اندر اخلاص رکھتا ہو اور اس کے اپنانے والے یقین محکم سے آگے بڑھیں تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی انہیں جھکانے یا مٹانے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ مولانا حق نواز جھنگویؒ نے غلبہ اسلام کا جو تصور پیش کیا تھا اسے نہ تو غلط ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی طریقے سے خریدا جاسکتا ہے۔ سامراج اپنے ایجنٹوں، مادی دولت اور اپنے اسلحہ کے باوجود نامراد رہا ہے اور ثابت ہوا کہ نظریاتی تحریکیں ظلم وتشدد سے ختم نہیں ہوتیں بلکہ مزید ابھرتی ہیں۔

بعض لوگ مولانا حق نوازؒ کی شخصیت کو محدود نظر سے دیکھتے ہیں اور انہیں صرف شیعہ سنی تناظر میں پرکھتے ہیں حالانکہ حقیقت اس سے یکسر مختلف ہے دراصل مولانا حق نوازؒ نے غلبہ اسلام کا جو تصور ملت اسلامیہ کو دیا تین مرحلوں کے بعد ہی ممکن تھا

اول یہ کہ مسلمانان عالم کو اتحاد واخوت کی لڑی میں پرو دیا جائے۔

دوئم یہ کہ خلفاء راشدین، اصحاب پیغمبر اور اہل بیت عظام جن کے توسط سے دین اسلام ہم تک پہنچا ہے ان کے مقام وعظمت کو تحفظ دلایا جائے۔

سوم یہ کہ دنیا کے تمام نظاموں سے اعراض کرتے ہوئے قرآن وسنت کا عطا کردہ نظام خلافت راشدہ نافذ کیا جائے۔

ان تین مقاصد کے حصول کے بعد غلبہ اسلام کی اصل منزل تک پہنچا جاسکتا ہے۔

انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ صدیوں سے ایک ایسا فتنہ موجود ہے جو خلفائے راشدین، صحابہ اور اہل بیت پر طعن وتشنیع اور تنقید وتبرا کو عبادت سمجھتا ہے اور دور حاضر میں جدید وسائل اور نت نئے ذرائع سے مسلم نسل کے ایمان کو تباہ کرنے میں مصروف ہے۔ اس گروہ منافقین کی اصلیت کا پردہ چاک کرنا بھی ایک بنیادی ضرورت تھی اور اسی صورت اسلام کو تحفظ اور نظام خلافت راشدہ کے نظریہ کو بے عیب بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا امیر عزیمت نے اس ابتدائی نقطے پر کماحقہ توجہ دی چونکہ گروہ منافقین کے پاس مولانا کے دلائل کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے اس نے روایتی طریقہ اختیار کرکے امیر عزیمت کی شخصیت کو مسخ کرکے پیش کرنے کی کوشش کی اور بالخصوص حکمران طبقے میں ان کے متعلق جو منفی تاثر پایا جاتا ہے وہ اسی گروہ منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے مولانا حق نوازؒ اس سازش سے بخوبی آگاہ تھے کہ استعماری قوتیں اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کمزور اور مشکوک بنا کر عالم گیر اسلام کو روکنے میں مصروف ہیں۔ اس لئے وہ اسلام کو مسخ کرنے والی تمام سازشوں کی بیخ کنی کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان عمل میں اترے اور امت مسلمہ کو بیدار کرنے کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ انہوں نے ملک کے طول وعرض کے دورے کرکے خوابیدہ ملت کے ضمیر کو بیدار کرنے کی مخلصانہ سعی کی اور اس میں بھرپور طور پر کامیاب رہے انہوں نے دلائل وبراہین کا انبار پیش کرکے اسلام کی حقانیت کا دفاع کیا اور ثابت کیا کہ رسول خداﷺ کے ہمرکاب رفقاء اور جانثاروں پر بہتان تراشیاں صیہونیت کی منظم کارستانی ہیں۔ یہ اسلام کے پردے میں اسلام کی جڑیں کاٹنے کی منصوبہ بندی ہے اور اس مذموم سازش کا حصہ بننے والوں کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں انہوں نے اس ضمن میں دین متین پر غیر متزلزل اعتقاد اور اصحاب واہل بیت سے مضبوط ایمانی تعلق پر زور دیا اور ان کو باور کرلیا کہ اگر صحابہ کرامؓ خلفائے راشدینؓ، اہل بیت عظامؓ اور ازواج رسول اللہﷺ کی حیثیت متنازعہ بنالی گئی تو نظام خلافت راشدہ کا تصور بے معنی ہوجائے گا جس سے غلبہ اسلام کی منزل کی سربلندی وسرفرازی اور باطل قوتوں کی نابودی کے لئے مسلمانوں کے تمام مکاتب ومسالک کو متحد ہونے کی دعوت دی۔ انہوں نے عامۃ المسلمین کو تعلیم دی کہ وہ اعلیٰ وارفع مقاصد کے حصول کے لئے فرقہ واریت سے مکمل اجتناب کریں اور عالم کفر ونفاق کو عبرت ناک شکست دینے کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔

درحقیقت اخلاص سے دی جانے والی قربانی کبھی رائیگاں نہیں جاتی اور بالخصوص ایک عالم ربانی کا لہو نہ صرف نوع انسان کی انفرادی زندگیوں کو بدل دیتا ہے بلکہ کرۂ ارض اسلامی انقلاب کا بھی پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے مولانا حق نوازؒ کا لہو بارگاہ ایزدی سے شرف پاچکا تھا اسلئے ان کی شہادت کے بعد اسلام دشمن قوتوں کی مسلم دشمن پالیسیوں میں تیزی نے مسلمانوں میں بیداری کی لہر میں بھی تیزی پیدا کردی۔

کویت کی آزادی کی آڑ میں کفریہ طاقتوں کی ہی صف بندی نے مسلم امہ کو اپنی خودداری فکر پر مجبور کردیا عراق پر آگ برسانے کے بعد اقتصادی پابندیوں کا جال بچھانے سے یورپی و امریکی سورماؤں کی اصلیت آشکارا ہوگی بعد ازاں لیبیا اور افغانستان بھی اقتصادی ناکہ بندی کے دائرے میں آگئے۔ فلسطین وکشمیر میں یہود وہنود کے مظالم اور صومالیہ وبوسنیا میں مسلم کش کارروائیوں نے حقوق انسانی اور جمہوریت کے بین الاقوامی ڈھنڈورچیوں کا بھانڈا پھوڑ دیا الجزائر میں منتخب اسلامی حکومت کا قیام رکوانے اور ترکی میں پہلی اسلام نواز حکومت کے خاتمے کے بعد مسلمان بڑی حد تک نیو ورلڈ آرڈر کی حقیقت کو بھانپ گئے چیچنیا اور داغستان کی تحریک آزادی نے جہادی جذبے کو مزید ابھارا جبکہ دوسری طرف

امیر عزیمت کی پُرسوز اور پُراثر آواز سے فرزندان اسلام کے سینوں میں جذبات کا جو سمندر موجزن تھا اب وہ چہاردانگ عالم میں جھلک رہا ہے

پاکستان سمیت عالمی مالیاتی اداروں کے شکنجوں میں کسے گئے مسلمان ممالک کے عوام گوناگوں معاشی مسائل سے دوچار ہو کر بلبلانے لگے۔ الغرض پوری امت ایک ایسے نجات دہندہ کی منتظر ہوگئی جو نہ صرف مسلمانوں کی جان اور ایمان بچائے بلکہ اسلامی استبداد کے پنجہ غلامی سے بھی امت مسلمہ کو آزادی دلائے۔ ان حالات میں سرزمین افغانستان میں نصرت الٰہیہ کا نزول ہوا اور امارت اسلامیہ کے قیام کی صورت میں امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کی امارت و امامت میں نظام خلافت راشدہ کا ایک بار پھر احیا ہوگیا جو کہ غلبہ اسلام کی عالمگیر جدوجہد میں امیر عزیمت کا مطمع نظر تھا۔

کرہ ارض پر نظام خلافت راشدہ کے آغاز نے اسلامی دنیا میں بیداری کی نئی جہت دی اور واضح ہوا کہ دنیا میں رہنے کے لئے طاغوت کا ایجنٹ ہونا ضروری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی سچی غلامی کی بدولت ہی دنیا و آخرت میں عزت و سرفرازی نصیب ہوسکتی ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ امت مسلمہ کو قرون اولیٰ کے جس معاشرے سے جوڑنا چاہتے تھے طالبان نے وہ کر کے دکھایا ہے تند دھارے سے اٹھنے والا عظیم خلافت اب زمانے کے دھارے میں بدلتا ہوا دکھائی دے رہا ہے طالبان کی بین الاقوامی پالیسیوں سے مسلمان تو عش عش کر اٹھے ہی تھے کفار بھی محسور شک ہیں عرب مجاہد اسامہ بن لادن سے طالبان نے جو وفا نبھائی ہے وہ عرب و عجم کے عظیم تر اتحاد کا پیش خیمہ بن چکی ہے مولانا مسعود اظہر کی رہائی نے جہاں دنیا بھر کی آزادی پسند اسلامی جہادی تحریکوں کو نیا ولولہ دیا ہے اب امید ہو چکی ہے کہ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد اور مجاہد اسامہ بن لادن کے بعد بطل حریت مولانا مسعود اظہر کا افق عالم پر جلوہ گر ہونا عالمگیر غلبہ اسلام کے اس مشن کی تکمیل کا اشارہ ہے جس کے لئے امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی اور ان کے قافلے نے ایک لہو رنگ تاریخ رقم کی تھی۔

مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت کے بعد غلبہ اسلام کا علم بلند کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ ہر خون کے بعد ایک نیا خون اسلام پر نچھاور ہونے کو بے چین نظر آتا ہے

دراصل مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے اپنے لہو سے مشن کی آبیاری کی جہاں کی شہادت کے بعد غلبہ اسلام کا علم بلند کرنے والوں کو کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ ہر خون کے بعد ایک نیا خون اسلام پر نچھاور ہونے کو بے چین نظر آتا ہے۔ ان کے جانشینوں نے جس طرح ان کی مسند کی وراثت کا حق ادا کیا ہے ان کے رفقا کاروں نے جس طرح اپنے قائد و مربی سے وفاداری نبھائی ہے اس سے یقیناً قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی ہے جہاں کی آواز جو ان کی زندگی میں محدود سطح پر بلند ہو رہی تھی ان کی شہادت کے بعد دنیا کے کونے کونے میں گونج رہی ہے ان کا پیغام بین الاقوامی سطح پر متعارف ہوا ہے۔

امیر عزیمت شہیدؒ نے غلبہ اسلام کا جو نصب العین ملت اسلامیہ کو دیا اس کے نصیبوں کو قدم قدم پر حادثات زمانہ سے ٹکرانا پڑا اور مصائب و آلام کی بھٹیاں ان کے راستے میں سلگائی جاتی رہیں لیکن ملت ابراہیمی کے یہ فرزند وقت کی آتش نمرود میں گل و گلزار کے مزے لیتے رہے اور دار و رسن کی صعوبتوں کو جوانمردی سے سہہ کر کندن بنتے گئے، دشمنوں کا کوئی بھی حربہ ان کے جذبوں کو سرد اور عزائم کو زخم نہ کرسکا، قائد ملت اسلامیہ، رئیس المناظرین، حضرت مولانا علی شیر حیدری جیلوں اور عقوبت خانوں کی آزمائشوں سے گزر کر آج بھی امیر عزیمت کی میراث کی حفاظت کر رہے ہیں اور جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارقؒ طویل قید و بند سے گزرنے کے بعد اسی جذبے سے امیر عزیمت کا پیغام سنا رہے ہیں جبکہ ایک ہزار کے قریب نوجوان غلبہ اسلام کے مقصد پر اپنی جانیں قربان کرچکے ہیں۔

ہمیں امیر عزیمت شہیدؒ کی لازوال جدوجہد سے درس ملتا ہے کہ ہم عالمگیر غلبہ اسلام کے لئے زندگیوں کو وقف کردیں اور مسلم امہ کو حقوق دلانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا طرز زندگی ہمیں پیغمبر اسلام کے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ مزید برآں ایک ہونے کے لئے ان کے مجاہدانہ کردار، مظلومانہ شہادت سے امت مسلمہ کو یہ سبق ملتا ہے کہ غلبہ اسلام کی عالمگیر جدوجہد اور صیہونیت کے پروردہ فتنوں کی سرکوبی کے لئے اللہ پر توکل کر کے آگے بڑھنا ہوگا اور اگر اس راستے میں جان جاتی ہے تو اس کو ہمیں اپنی سعادت سمجھنا چاہئے۔

عوام وخواص کے دلوں کی دھڑکن

مولانا عبدالغفور جھنگوی مدظلہٗ۔ صدر اہلسنت والجماعت ضلع جھنگ

زمانہ لاکھ بدل جائے لیکن یہ اٹل حقیقت ہے کہ تاریخ ہمیشہ ان لوگوں کا احترام کرتی ہے جو ملک وقوم اور انسانیت کی خاطر کچھ کر جاتے ہیں۔ یقیناً عیش وحیات ان کا مطمع نظر نہیں ہوتا مگر بزم جہاں کو اپنے دامن کی تزئین کے لئے ایسے افراد کی تلاش رہتی ہے اس لئے کہ ان کی زندگی سے ایک عالم کی زندگی اور ان کے فقدان سے بسا اوقات عالم خزاں زدہ محسوس ہوتی ہے مگر جب وہ اپنے جگر کے لہو سے گلشن حق کی آبیاری کر کے روداد عشق ووفا مرتب کر جاتے ہیں تو مر کر بھی زندہ ہوتے ہیں اور قرطاس ہستی پر حیات سرمدی کے انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔

"کیسے بیٹے مائیں خال خال جنتی ہیں"

صدیوں پرانا قصہ نہیں ہنوز چند سال پہلے کی بات ہے کہ وطن عزیز کے لعل وجواہر میں ایک آزاد منش، بوریا نشین وقت کے اس موڑ پر کھڑا مسلمانان عالم کو بیدار کر رہا تھا جب موت وحیات آمنے سامنے کھڑی ایک دوسرے کو شکست دینے کی قسمیں اٹھائے ہوئے تھیں، میری مراد امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو کہ ایک شیر دل مجاہد، غیرت وحمیت کی منہ بولتی تصویر، جود وسخا کے پیکر اور دکھی دلوں کے دلبر تھے۔

آپ نے جولائی 1952ء کو جھنگ کے نواحی موضع چیلہ کے ایک متوسط درجہ کے زمیندار ولی محمد سیپرا کے گھر جنم لیا۔ 13 سال کی عمر میں اپنے ماموں حافظ جان محمد کے زیر سایہ حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ساتھ ہی ملک کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم کبیر والہ میں شعبہ کتب میں داخلہ لے کر تحصیل علم دین میں منہمک ہوگئے، 1970ء میں کبار اساتذہ مشائخ کی سرپرستی میں سند قراءت حاصل کی۔ اگست 1973ء سے جھنگ میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگئے۔

جھنگ پاکستان کا قدیم اور پسماندہ ترین علاقہ تھا جو کہ نوابوں اور جاگیرداروں کی وڈیرہ شاہی کا مرکز تھا۔ عوام الناس ان دولت مندوں کی ڈکٹیٹر شپ کے باعث پریشان حال تھے۔ جھنگ میں آپ کا وجود دکھی اور بے کس عوام کے لئے امید کی ایک کرن ثابت ہوا۔ غریب کی دل دہی اور مظلوم کی فریاد رسی کرنا آپ فرض عین سمجھتے تھے۔ قول کے پکے اور وعدہ کے سچے تھے۔ مختصر سے عرصہ میں آپ اپنی نابغہ روزگار شخصیت ہونے کی وجہ سے عوام وخواص کے دلوں کی دھڑکن بن گئے۔ مشیت ایزدی کا حسن انتخاب تھا کہ آپ کمالات صوری ومعنوی کے ساتھ فن خطابت میں خداداد صلاحیتوں سے نوازے گئے تھے۔

اصحاب رسول ﷺ کی عقیدت ومحبت آپؒ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی یہاں تک کہ کسی بھی صحابی کی شان میں معمولی ہرزہ سرائی برداشت نہ کرتے تھے۔

ابتداء ستمبر 1982ء کو جھنگ صدر میں ایک مرکزی دینی ادارے جامعہ محمودیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ جہاں تا حال سینکڑوں تشنگان علوم دینیہ سیراب ہو رہے ہیں۔

آپ کی زندگی مذہب وملت کی خدمت کے لئے وقف تھی اصحاب رسول ﷺ کی عقیدت ومحبت آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی یہاں تک کہ کسی صحابی کی شان میں معمولی ہرزہ سرائی برداشت نہ کرتے، جب اپنے مخصوص انداز میں عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم پر علمی موتی نچھاور کرتے تو وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ نے ناموس صحابہ کے تحفظ کی خاطر اپنی تمام صلاحیتیں وقف کر رکھی تھیں چنانچہ آپ نے دفاع ناموس صحابہ اور نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کی غرض سے 6 ستمبر 1986ء کو سپاہ صحابہ کے نام سے ایک مربوط ومنظم تحریک کا آغاز کیا۔ جو آپ کے خلوص کی وجہ سے آناً فاناً پوری دنیا پر چھا گئی۔

جہاں آپ کی مذہبی میدان میں خدمات ناقابل فراموش ہیں وہاں آپ نے ملک وقوم کی خدمت کو بطرز سیاست اپناتے ہوئے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔

چنانچہ الیکشن 1988ء میں امیدوار برائے قومی اسمبلی کی حیثیت سے جے یو آئی اور سپاہ صحابہ کے مشترکہ پلیٹ فارم سے الیکشن لڑا اور چالیس ہزار ووٹ حاصل کئے۔ آپ اگرچہ قومی اسمبلی کی دہلیز تک نہ پہنچ سکے مگر اس کے باوجود عوامی حقوق کے تحفظ، وطن عزیز کی فلاح وکامرانی اور حکومت وقت کو دین دشمن اور ملک دشمن سے باخبر رکھنے میں آپ کا کردار مثالی ہے۔

مولانا حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ ایک وسیع النظر، روشن خیال، عالم دین، حق گو، نڈر مجاہد، صاحب فراست سیاسی رہنما اور اسلامی شرافت ودیانت کے پیکر مجسم تھے جو سنت کے پرجوش علمبردار اور کفر وشرک کے خلاف سراپا یلغار تھے۔ جن کی آواز شیر کی طرح گرجدار، جن کا لہجہ رعب دار، جن کے ہر قوم میں اخلاص کی ایسی خوشبو جو دل ودماغ کو قربانی کے جذبہ سے معطر کردے، صدق دل کی ایسی شیرینی جیسے شہد خالص، صبر وتحمل کا خوگر، ہمت وشجاعت کا شہزادہ، عقل وحریت کا بادشاہ، عزم واستقلال کا پیکر جن کے مجاہدانہ کارناموں اور سرفروشانہ خدمات کو دیکھ کر قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوتی ہے جن کے غیر معمولی استقلال واستقامت کی حیرت انگیز داستانیں پڑھ کر ذہن مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور امیر شریعتؒ کی جرات واستقامت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

امت مسلمہ کا وہ عظیم فرزند ابھی عمر کی ان تھک منزلیں ہی طے کر پایا تھا کہ تیغ کی ستم کا شکار ہوگیا، خون کی وادی عبور کر کے حوران خلد کے پاس پہنچ گیا، جدائی کی ٹیس سے قلب وجگر زخمی ہیں اس کے فراق میں آنکھیں غمناک ہیں وہ مختصر زندگی میں فلک بوس ترقی پا کر بالآخر 22 فروری 1990ء کو تمغہ شہادت حاصل کر کے قبر کے پاتال میں محو آرام ہوگیا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یا اللہ مدد

ختم نبوت زندہ باد ★ اسلام زندہ باد ★ خلافت راشدہ حق چاریارؓ

حب صحابہؓ رحمت اللہ بغض صحابہؓ لعنت اللہ

بمقام تالاب کمیٹی گراونڈ جھنگ صدر

تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ و ناموس صحابہؓ کانفرنس

قاری عبدالرحمن فخر القراء صدیقی

بتاریخ 25 فروری 2011 بروز جمعۃ المبارک صبح 9 بجے تا عصر

زیر نگرانی مولانا عبدالغفور جھنگوی قائد جھنگ

ولی کامل خلیفہ حضرت عبدالقیوم صاحب MPA دامت برکاتہم العالیہ سرپرست اہلسنت والجماعت پاکستان

حضرت مولانا شیخ المشائخ عبدالمجید الدھیانوی دامت برکاتہم العالیہ امیر مرکزیہ عالمی مجلس ختم نبوت پاکستان

پاسبان مشن جھنگوی شہیدؒ حضرت علامہ مولانا محمد احمد الدھیانوی دامت برکاتہم العالیہ وکیل صحابہؓ صدر اہلسنت والجماعت پاکستان

امیر عزیمت شیر اسلام وکیل صحابہؓ
بیاد حضرت علامہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ

حضرت مولانا پیر سیف اللہ خالد مدظلہ

جناب لیاقت بلوچ صاحب رہنما جماعت اسلامی

حضرت مولانا امیر حمزہ صاحب رہنما جماعت الدعوۃ

حضرت مولانا پیر سید کبیر علی شاہ

جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب

علامہ حضرت مولانا عبدالخالق رحمانی مدظلہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم مدظلہ

حضرت مولانا محمد الیاس چنیوٹی مدظلہ

جناب محمد عمران خان صاحب چیئرمین تحریک انصاف

مولانا عبدالرؤف فاروقی رہنما جمعیت علمائے اسلام

حضرت مولانا عبداللطیف خالد چیمہ رہنما مجلس احرار اسلام

مولانا شاہ عبدالعزیز مجاہد مدظلہ

حضرت مولانا عطاء اللہ بندیالوی مدظلہ

حضرت مولانا محمد عالم طارق مدظلہ

حضرت مولانا شمس الرحمن معاویہ مدظلہ

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مدظلہ

حضرت مولانا مسعود الرحمن عثمانی مدظلہ

حضرت مولانا اورنگزیب فاروقی مدظلہ

حضرت مولانا محمد معاویہ اعظم مدظلہ

حضرت مولانا ریحان محمود فاروقی مدظلہ

حضرت مولانا ثناء اللہ حیدری مدظلہ

حضرت مولانا صاحبزادہ مسرور نواز جھنگوی مدظلہ

حضرت مولانا صاحبزادہ محمد آصف معاویہ مدظلہ

حضرت سہیل الرحمن بٹ مدظلہ

حضرت مولانا محمد رمضان مدظلہ

اہلسنت والجماعت جھنگ صدر

طاہر جھنگوی | مفتی سعید ارشد الحسینی | طاہر چشتی بلال | محمد ریاض مہر سیال

نماز جمعہ ٹھیک 1 بجے تالاب کمیٹی گراونڈ میں ادا کی جائے گی

نظام خلافت راشدہ رسالہ کی سالانہ رجسٹریشن کرانے کیلئے اس کانفرنس میں رابطہ کریں 0300-7916396

قائدین کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا

مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے صاحبزادے مسرور نواز سے بات چیت

ترتیب: محمد ابوبکر طاہر

ہر سال فروری کا مہینہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی جدائی کے کربناک لمحات کی یاد تازہ کرتا ہے، میرا ارادہ تھا کہ نظام خلافت راشدہ فروری کے خصوصی شمارہ کیلئے امام انقلاب امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے مقدمہ قتل کے مدعی ملک نواز محمد سے ملاقات کر کے کیس کے حوالے سے ان کے ساتھ خصوصی بات چیت کی جائے اس سلسلہ میں قائد جھنگ مولانا عبدالغفور جھنگوی کو فون کیا تو انہوں نے فرمایا ملک منیر ناظم سے رابطہ کریں، جھنگ مرکز سے ملک منیر احمد مجھے مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ کے مدعی ملک نور محمد کی دکان پر لے گئے ان کے ساتھ تفصیلی ملاقات ہوئی اس کے بعد مجھ کو صاحب کے ساتھ ارشد قاسمی کے گھر پہنچے وہاں سے حاجی منیر عرف کالا سابق ناظم امن بلدیہ جھنگ کے ڈیرہ پر لے گئے، جہاں جھنگ کے حالات اور آئندہ آنے والے انتخابات سے متعلق گفتگو ہوئی، جو کسی اور موقع پر پیش کی جائے گی۔ محمد ارشد قاسمی کی طرف سے جھنگ صدر کے ایک محلہ میں مولانا محمد احمد لدھیانوی کو دعوت دی گئی تھی، جہاں پر کثیر تعداد میں بستی کے لوگ جمع تھے، انہوں نے اپنے محلہ کے مسائل سے مولانا محمد احمد لدھیانوی کو آگاہ کیا، رات حافظ خالد کے گھر قیام کیا، صبح مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے سب سے چھوٹے بیٹے مسرور نواز جھنگوی سے ان کی ذاتی زندگی سے متعلق چند سوالات کئے، مولانا مسرور نواز نے پختہ عزم کے ساتھ بڑی ٹھوس گفتگو فرمائی ان کا انداز گفتگو اپنے والد محترم سے کافی حد تک مناسبت رکھتا تھا، جماعت کے قائدین کے ساتھ ان کی والہانہ عقیدت اور احترام کے جذبے نے مجھے بہت متاثر کیا۔

مولانا مسرور نواز نے فرمایا 1988ء میری پیدائش کا سال ہے میرے والد کو شہید کیا گیا تو اس وقت میری عمر تقریباً 2 سال تھی، ان کی شہادت کے واقعہ کا مجھے زیادہ علم نہیں لیکن جب مولانا ایثار القاسمی رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے میں نے اس وقت محسوس کیا کہ آج میرے والد شہید ہو گئے ہیں کیونکہ حضرت قاسمی شہید رحمۃ اللہ علیہ کو میں ابو کہتا تھا حضرت قاسمی شہیدؒ ہم سب بھائیوں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے انہوں نے ہمیں اپنے والدین کی جدائی کا غم محسوس نہیں ہونا دیا۔ قائد سپاہ صحابہ مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید بھی ہم سب گھر والوں سے بہت پیار کرتے تھے، میں حضرت فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بابا فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کہتا تھا، مجھے بچپن کا یہ واقعہ کبھی نہیں بھول سکتا کہ ایک بار گھر میں حضرت فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے تھے کہ ان کے بیٹے نعمان اور سلمان جو میرے ہم عمر ہیں، وہ فاروقی شہید کے پیٹ پر بیٹھ گئے تھے، جب میں وہاں پہنچا تو بابا فاروقی نے اپنے دونوں بیٹوں کو اتار کر مجھے اپنے پیٹ پر بٹھا لیا، مجھے بابا فاروقی کی طرف سے بہت زیادہ پیار محسوس ہوا، یہ واقعہ میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میں نے بہت زیادہ وقت گزارا تھا، سکول سے چھٹی کے بعد ان کے پاس چلا جاتا بعض اوقات میرا سکول کا کام بھی وہ کرا جاتا تھا، مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ بہت پیار کرتے اور مجھے سب سے زیادہ اہمیت دیتے تھے، جب بھی ان سے ملنے کی خواہش کی وہ ہزاروں کا مجمع چھوڑ کر ملنے چلے آتے تھے، میں ساہیوال کے ایک سکول میں پڑھ رہا تھا وہ خصوصی طور پر مجھے ملنے کے لیے سکول آتے تھے۔

مولانا محمد احمد لدھیانوی نے مجھے ہمیشہ اپنے بچوں کی طرح سمجھا ہے، انہوں نے مجھے کبھی بھی اپنے والد کی کمی محسوس نہیں ہونے دی، میری رائے کو ہمیشہ اہمیت دیتے ہیں۔

صاحبزادہ مسرور نواز نے اپنے بڑے بھائی محمد ایثار الحق شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر پر کہا میرے بھائی کی شہادت نے میرے ذہن پر بہت گہرا اثر ڈالا تھا انہیں 2002ء میں شہید کیا گیا اس وقت میں 9th کلاس کا طالب علم تھا، ان کی شہادت کی خبر میرے بدن پر بجلی بن کر گری اس خبر سے اتنا افسردہ ہو گیا کہ ہر وقت ایک شعر گنگناتا رہتا۔

جھنگ کی سیاست میں کسی بھی سطح کی کسی سیٹ پر حصہ لینے کا کبھی ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی آئندہ سیاست میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتا ہوں جو لوگ میرے سیاست میں آنے کا سوچ رہے ہیں وہ اپنی اصلاح فرمالیں۔

زندگی کے غموں نے چھین لی ہیں مجھ سے شرارتیں میری
لوگ سمجھتے ہیں کہ اب سلجھ گیا ہوں میں

کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا، بڑا بھائی مجھے بہت پیارا تھا، ہم میں اتنی بے تکلفی تھی کہ میں انہیں بھائی کہنے کی بجائے "محمد ایثار" کہہ کر پکارتا تھا، انہوں نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا، میری کسی خواہش کو بھی رد نہیں کیا تھا، والدہ محترمہ کے ساتھ ان کا رویہ بہت مثالی تھا خود سب بھائیوں سے بڑا ہونے کے باوجود ہمیشہ والدہ محترمہ کو گھر اور گھر سے باہر کے تمام معاملات میں بڑا سمجھا، ہر اہم معاملے میں والدہ محترمہ کی رائے کا احترام کیا، مجھے اس بات کا ہمیشہ دکھ رہے گا کہ انہیں جوانی کے ابتدائی دنوں میں ہی بربریت کا نشانہ بنا دیا گیا...... شہادت کے تین دن بعد ہمیں ان کا جسد اطہر ملا تھا اس وقت ان (والدہ صاحبہ) کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو میں کبھی نہیں بھلا سکوں گا، انہیں انتہائی ظالمانہ طریقے سے بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا، تدفین کے بعد ان کی قبر سے آنے والی خوشبو نے ان کی مشن کے ساتھ پختگی اور سچائی پر جان دینے کی روایت کو برقرار رکھا...... میرے بھائی نے شہادت کے بعد یہ اعزاز حاصل کیا کہ ان کے والد محترم، سسر محترم اور برادر نسبتی بھی شہید دہشت گردی کا شکار ہوئے۔

میری والدہ محترمہ کا ہمارے لئے یہ پیغام ہے کہ زندگی بھر مشن جھنگوی کے ساتھ مخلص رہتے ہوئے جدوجہد کرتے ہیں اور مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھنے والے ہر شخص کے لئے پیغام اور نصیحت ہے کہ اصحاب رسول کی عزت وناموس کے تحفظ اور دشمنان اصحاب رسول کی مذمت کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتا ہے، اس مشن کی ترویج کے لئے اپنی زندگی میں وقت متعین کریں، روزانہ وقت نکال کر اس مشن کو عام کریں یہی دنیا وآخرت کی کامیابی کا اصل راز ہے، تعلیمی سرگرمیوں کے سوال پر بتایا کہ میں نے ابتدائی تعلیم کاروان ماڈل سکول سے حاصل کی، نویں کلاس میں ساہیوال طارق بن زیاد سکول میں داخلہ لیا، میٹرک یہیں کیا، ایف اے میں داخلہ لیا تو دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق آڑے آ گیا، سکول چھوڑ کر درس نظامی کیلئے جامعہ محمودیہ کا باقاعدہ طالب علم بن گیا یہاں اب مشکوٰۃ کا طالب علم ہوں، دورہ حدیث بھی اسی مدرسہ میں مکمل کرنے کا پروگرام ہے۔ سکول کے اساتذہ میں طارق مسعود قریشی، کریم نواز، ارجمند قریشی اور عمر حیات بہت پسند تھے، مدرسہ میں مولانا غلام حسین سے بہت متاثر ہوں، ان کے پڑھانے کا انداز عام فہم اور سادہ ہوتا ہے، جس سے طالب علم ہر بات ذہن نشین کر سکتا ہے، جامعہ محمودیہ کے تعلیمی نظام میں بہت زیادہ بہتری کی گنجائش موجود ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس مدرسہ سے فارغ ہونے والا ہر طالب علم فارسی اور عربی پر مکمل عبور رکھتا ہو...... تعلیم مکمل کرنے کے بعد میرا ارادہ بطور مدرس کام کرنے کا ہے، سیاسی حوالے سے اہل سنت والجماعت کی پوری قیادت پر مکمل اعتماد ہے، قائدین کے ہر حکم پر عمل کروں گا، اللہ کے فضل وکرم سے قائدین کے زیر سایہ کام کرنے کا جذبہ

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھنے والے ہر شخص کے لئے پیغام ہے کہ اصحاب رسول کی عزت وناموس کے تحفظ اور دشمنان اصحاب رسول کی مذمت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتا ہے۔

رکھتا ہوں، جھنگ کے لوگوں پر یہ بات واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جھنگ کی سیاست میں کسی بھی سطح کی کسی سیٹ پر حصہ لینے کا کبھی ارادہ نہیں کیا ہے اور نہ ہی آئندہ سیاست میں حصہ لینے کا ارادہ رکھتا ہوں، جو لوگ میرے بارے میں اس لائن پر سوچ رکھتے ہیں انہیں اپنی اصلاح کر لینی چاہئے کہ میں جماعت کے کسی

ایک کارکن اور ان کی جماعت کا ایک ادنی فرد ہونے کی حیثیت سے میں ان کو والد گرامی قدر کہنے کی بجائے امیر عزیمت کہتا ہوں

فیصلے سے کبھی انحراف نہیں کروں گا اور میں ہمیشہ جماعت کے ہر حکم کا پابند رہوں گا۔

بچپن کی بھولی ہوئی کہانیوں کو یاد کرنے کوئی بیٹھے تو شاید ہی کسی کو والد کی روش اور ماں کی آغوش کا کوئی واقعہ یاد ہو میرا بچپن یتیمی سے شروع ہوا شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جب لوگوں کی ہرزہ سرائی سننے کو نہ ملتی ہو کبھی حالات تنگ کر دیئے جاتے تو کبھی کوئی دست ستم پیشہ ہم پر آزمایا جاتا مطلب یہ کہ بچپن ہی سے والد محترم کے نقش قدم پر چل نکلا یا یوں سمجھئے کہ حق بات پر ڈٹ جانا پھر ڈٹے رہنے یا سب وشتم ہو سکوت فطرت سے نکل چکا تھا، وہ پیار محبت جو کہ ایک بچہ اپنے ایام طفولیت میں چاہتا ہے مجھ سے کوسوں دور تھا لیکن صرف ایک بات تھی جو کہ میرا حوصلہ بڑھاتی تھی وہ والد گرامی قدر کی یاد تھی۔

کبھی کبھی جب میں بہت اداس ہوتا تھا اور اداسی کی وجہ اکثر دوسرے بچوں کے والدین کو دیکھنا ہوتا تھا کیونکہ ہمارے ادارہ علی طارق بن زیاد سائنس اکیڈمی میں یہ دستور تھا کہ بچوں کے والدین ہی بچوں کو باہر لے جاسکتے تھے۔ جب دوسرے دوست سکول سے باہر جاتے تو میں سکول کی کھڑکی میں بیٹھا اداسی سے باہر جانے والے راستے کو تکتا اور سوچوں ہی سوچوں میں اپنے والد محترم کے خیالات میں گم ہو جاتا اور یوں محسوس کرتا گویا ان کی روح مجھے صبر واستقامت کی تلقین کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے بیٹا! تم کو نہیں معلوم یہ بقا کا راستہ کیا ہے؟ یہ راستہ تم کو بقا کی طرف لائے گا اگر اسی راستے پر چلو گے تو مجھ تک پہنچ جاؤ گے، یہ راستہ حق کا راستہ ہے، یہ راستہ عدل کا راستہ ہے، یہ راستہ صدق کا راستہ ہے۔ آؤ ہمارے پیچھے چلے آؤ۔ تم اس راستے میں ایک عجیب لذت محسوس کرو گے۔

ایسے ہی وہ مجھے خیالی تصورات میں اب بھی کہتے ہیں بیٹا! اسی کا خیال رکھنا اس اسی کا بھی جس کو میں تمہارے درمیان چھوڑ گیا ہوں اور اس اسی کا بھی جس کے لئے میں یہ جہاں چھوڑ گیا ہوں۔ جانے والے چلے گئے اور ہمارے لئے ایک سرمایہ حیات چھوڑ گئے اور وہ ان کی یاد ہے جو ہمیں یہ یاد دلاتی ہے کہ حالات اگرچہ کٹھن ہوں، مصائب سر پر سوار ہوں صحابہ ﷺ کی مقدس جماعت کی مدح کو مت چھوڑنا اور ان کی عظمت کے علم کو چہار دانگ عالم میں پھیلا دینا۔ اللہ رب العزت کی مدد وتوفیق حال شامل رہے وہ مجھے اور تمام مسلمہ امہ کو دین کی بقا کی جنگ لڑنے میں استقامت عطا فرمائے (آمین)

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ جن کا پسر ہونے کا مجھے اعزاز حاصل ہے۔ بیسویں صدی کے ایک مایہ ناز عالم دین اور بے مثال خطیب ہوئے ہیں۔ امیر عزیمتؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہر انسان اس بات کو جانتا ہے کہ اکثر بڑا نام پانے والے کسی غریب گھرانے سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

اسی طرح والد گرامی قدر کا بھی ایک غریب گھرانے اور پسماندہ علاقے سے تعلق ہے جہاں شعور انسانی، علم وحکمت کے گوہر نایاب پانے میں اکثر کوتاہی کا شکار ہوتا رہا۔ امیر عزیمتؒ نے بھی اسی پسماندہ ماحول میں تربیت پائی لیکن اس ماحول میں بھی ایک بات جو امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ میں پائی جاتی تھی وہ تھا ان کا حب صحابہ جو رفتہ رفتہ پروان چڑھتا گیا بالآخر شعلہ جوالہ بن کر پھوٹ پڑا وہ کہتے ہیں کہ

درد کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

الغرض ہر ستم وتشدد برداشت کرنے کے بعد بھی وہ مرد اپنے مقصد سے نہ ہٹے کیوں کہ ان کا وہی ان کی دعا تھا جب والد گرامی قدر شہید ہو کر ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے۔ اس وقت میں بھی زمانہ طفولیت سے گزر رہا تھا اس لئے ان کی کوئی بات کوئی نقش میرے ذہن میں نہیں لیکن ان سے مجھے محبت ہوئی اور خوب ہوئی۔ وہ جو محبت ہوئی تو وہ بھی ایک کارکن اور ان کی جماعت کا ایک ادنیٰ فرد ہونے کی حیثیت سے ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ میں ان کو والد گرامی قدر کہنے کی بجائے امیر عزیمت کہتا ہوں۔

ہر ایک کی محبت کا انداز جداگانہ ہوتا ہے کوئی ذات سے محبت کرتا ہے تو کوئی بات سے محبت کرتا ہے اور مجھے ان کی ذات سے کئی گنا زیادہ ان کی بات سے محبت ہے۔ یہی محبت میرا سرمایہ زندگی ہے، میرے لئے متاع جان، متاع عزیز ہے اور یہ مجھے جان سے بھی پیاری ہے۔ جان چلی تو چلی جائے گی لیکن امیر عزیمت کی بات نہیں جائے گی اور یہی میرا عزم مصمم ہے اور یہ میں خود سے چھننے نہیں دوں گا۔

قارئین نظام خلافت راشدہ کے نام پیغام کے سوال پر فرمایا کہ قارئین کے لئے میرا پیغام یہی ہے کہ نظام خلافت راشدہ کو صرف اس نقطہ نظر سے نہ پڑھیں کہ یہ صرف ایک رسالہ ہے بلکہ آپ کا عزم یہ ہونا چاہئے کہ یہ صرف نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل نظام ہے وہ نظام جو ہم نہ صرف اپنی ذات سے لیکر اپنے ملک میں نافذ کرنا چاہتے ہیں بلکہ ہم نے پوری دنیا کو اس نظام سے متعارف کرانا ہے۔

وہ جیسے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

مر جاؤں گا منصف کی دہائی نہیں دوں گا
سچائی کا مجرم ہوں صفائی نہیں دوں گا
اے چارہ گرو مجھ سے میرا درد نہ چھینو
یہ خون پسینے کی کمائی نہیں دوں گا

دو قاتلوں کو سزائے موت دو کو عمر قید

مولانا حق نواز شہیدؒ کے قتل کے دونوں سزائے موت کے ملزمان پھانسی سے پہلے ہی اذیت ناک موت کا شکار ہو گئے تھے کیس کے مدعی ملک نور محمد سے بات چیت

22 فروری مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے یوم شہادت کی مناسبت سے نظام خلافت راشدہ کا یہ خصوصی شمارہ ہے اس کے لئے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے قتل کی مکمل تحقیقات کی ضرورت تھی نظام خلافت راشدہ کے نمائندہ محمد یوسف نے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے قتل کے مقدمہ کے مدعی ملک نور محمد سے کیس کے حوالے سے جو بات چیت کی وہ قارئین کی نذر کی جاتی ہے۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی مسجد حق نواز جو پہلے مسجد پپلیانوالہ کے نام سے مشہور تھی بطور خطیب آمد سے پہلے اس مسجد میں میرے بھوپھی حافظ احمد بخش بطور امام مقرر تھے وہ چودہ سال امام رہے ان کی وفات کے بعد مولانا عبدالوارث دو ماہ تک رہے پھر ہم نے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو امام/خطیب مقرر کر دیا اس وقت یہ مسجد نہ زیادہ بڑی تھی اور نہ ہی اتنی مشہور ہوئی مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی تقرری کے بعد تو جیسے اس مسجد کو چار چاند لگ گئے یہ مسجد اتنی مشہور ہوگئی کہ جھنگ ہی نہیں بلکہ بیرون سے بھی سینکڑوں کی تعداد میں لوگ جمعہ کا خطبہ سننے کے لئے یہاں آنے لگے۔ جھنگ کا علاقہ عرصہ دراز سے شیعہ جاگیرداروں کے زیر تسلط تھا ان کے آباؤ اجداد نے برصغیر پر انگریز کے ہاتھ مضبوط کرنے کے عوض بڑی بڑی جاگیریں حاصل کیں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شخصیت کے متعلق سوال پر ملک نور محمد نے کہا مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو انتہائی مخلص خوش اخلاق ،مدبر دلیر اور جرأت مند عالم دین پایا وہ جب سے اللہ کو پیارے ہوئے ہیں کوئی جلسہ یا تقریر نہیں سنی کیونکہ اب کسی عالم کی تقریر میں مزہ نہیں آتا مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی شہادت کے وقت میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا بابا دینا میرے ساتھ تھا مسجد سے باہر ایک شور برپا ہو گیا مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو شہید کرنے والے چار آدمی تھے جن میں سے دو کو سزائے موت اور دوسرے دونوں کو عمر قید کی سزا ہوئی یہ چاروں شیعہ تھے سزائے موت والے دونوں نوجوان پھانسی پانے سے قبل ہی اذیت ناک موت کا شکار ہو گئے تھے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے قتل کے سازش کے سوال پر ملک نور محمد نے کہا مولانا جھنگوی شہیدؒ کی شہادت بین الاقوامی سازش کا نتیجہ ہے جس میں ایرانی سفیر صادق گنجی ملوث تھا ہو سکتا ہے مقامی طور پر سیاسی لوگ بھی اس سازش میں شریک ہوں میں اپنے آپ کو خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں کہ مجھے اس کیس کا مدعی بنایا گیا تھا میں نے اللہ کے فضل سے پوری محنت کے ساتھ اس کی پیروی کی، سلیم بٹ ایڈووکیٹ بھی پیش پیش رہے۔

رسم جو تم سے چلی باعث تقلید بنی

حضرت مولانا میاں عبدالرحمن صاحب مدظلہ
خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف تالاب والی ضلع [illegible]

برصغیر پاک و ہند وہ خوش قسمت خطہ ارضی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایسی شخصیات عطا فرمائی ہیں جن کا کردار تاریخ انسانی کے ماتھے کا جھومر ہے۔ جن کے افکار کی پاکیزگی پر فرشتے رشک کرتے ہیں جن کا تذکرہ ایمان کو جلا بخشتا ہے اور جن کے لیل و نہار انسان کے مسجود ملائک ہونے کی گواہی دیتے ہیں عظمت کردار کی معراج پر پہنچی ان شخصیات کا سنہری سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ ؒ سے شروع ہو کر حضرت نانوتوی حضرت امیر شریعت سے ہوتا ہوا علامہ علی شیر حیدری ؒ تک جا پہنچتا ہے۔

اس حسین سلسلہ کی کڑیوں میں شاہ ولی اللہ ؒ، شاہ عبدالعزیز ؒ حضرت نانوتوی ؒ حضرت گنگوہی ؒ حضرت شیخ الہند ؒ حضرت مدنی ؒ، حضرت کاشمیری ؒ، حضرت امیر شریعت ؒ حضرت بنوری ؒ حضرت ہزاروی ؒ حضرت مفتی محمود ؒ اور حضرت امیر عزیمت مولانا حق نواز رحمہم اللہ جیسے بڑے نام آتے ہیں۔

یوں تو ان شخصیات کی ہر صفت ہی لاجواب و بے مثال ہے علم، تقویٰ، تدبر، استقامت، ورع، حسن اخلاق، سیاست، جہاد غرض ہر شعبہ زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں لیکن ان کی جو صفت انہیں تمام ہم عصر لوگوں میں ممتاز کرتی ہے وہ حق گوئی اور بے باکی ہے۔ ان کی حق گوئی اور بے باکی کی داستانیں صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی کے فورم سے لے کر سپریم کورٹ کے کٹہرے تک، منبر و محراب سے حوالات تک، میانوالی جیل سے کالا پانی اور مالٹا کے زندانوں تک پھیلی ہوئی ہیں جنہیں ان لوگوں نے اپنی حق گوئی سے آباد کیے رکھا۔

میں آج جس شخصیت کا تذکرہ کرنے چلا ہوں اس شخصیت کو بھی حق گوئی و بے باکی کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا، انسانیت سوز تشدد برداشت کرنا پڑا، داخلہ بندی، زبان بندی اور پابندی کے عذاب سہنے پڑے لیکن آپ نے اپنے اکابر کی یاد تازہ کرتے ہوئے نہ تو موقف اور مشن کو چھوڑا اور نہ ہی حق گوئی اور بے باکی میں کوئی فرق آیا تا آنکہ لہو سے باوضو ہو کر شہادت کا تاج پہن کر قبر کی پاتال میں اتر گئے۔

میری مراد امیر عزیمت ؒ، قائد تحفظ ناموس صحابہ و تحریک نفاذ نظام خلافت راشدہ کے بانی و سرخیل حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید ہیں۔

امیر عزیمت ؒ سے میرا تعلق اس وقت سے ہے جب آپ درس نظامی کے مراحل کامیابی سے طے کرنے کے بعد جمعیت علماء اسلام کے سٹیج پر جلوہ گر ہوئے اور اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر دیکھتے ہی دیکھتے عام کارکن سے صوبائی نائب امیر کے عہدے تک جا پہنچے۔

ابتداء ہی سے کچھ کر گزرنے کا عزم، جید طبیعت، وسعت مطالعہ، بے مثال حافظہ، امت کو زبوں حالی سے نکالنے کی فکر، اور اکابرین اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند سے والہانہ عشق و محبت نے آپ کی صلاحیتوں کو چار چاند لگا دیے جس سٹیج پر تشریف لاتے اس کی جان بن جاتے۔ الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے نظر آتے۔ سامعین ان کی گفتگو کے سحر میں گرفتار ہو جاتے۔ دلائل، الفاظ، جذبات اور درد دل سے بھرپور گفتگو سن کر ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ امیر عزیمت مولانا حق نواز کی خطابت کا یہ عالم ہے تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت کا کیا عالم ہوگا!!!

علماء دیوبند کی داستانیں میانوالی جیل سے کالا پانی اور مالٹا کے زندانوں تک پھیلی ہوئی ہیں جنہیں ان لوگوں نے اپنی حق گوئی اور بے باکی سے آباد کیے رکھا۔

ایران میں خمینی انقلاب آیا جس کے نتیجے میں ہزاروں مسلمان تہ تیغ کر دیے گئے اور کچھ ہی عرصہ بعد اس انقلاب کو پاکستان درآمد کرنے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں تو امام اہل سنت علامہ دوست محمد قریشی، مناظر اسلام علامہ عبدالشکور لکھنوی اور مناظر اسلام فاتح رافضیت علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہ کے اس حقیقی وارث نے اس انقلاب کے سامنے سد سکندری بننے کا فیصلہ کیا اور انجمن سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھی جو کہ اب ملک کی بڑی مذہبی جماعت شمار کی جاتی ہے اس جماعت کے مقاصد میں اس انقلاب کو روکنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں نظام خلافت راشدہ کا نفاذ بھی شامل تھا۔ یقیناً اس انقلاب کو روکنے میں اس جماعت کا کردار ناقابل فراموش ہے اور نفاذ خلافت راشدہ کیلئے یہ جماعت ہزاروں قربانیاں دینے کے بعد بھی اپنے مخصوص طریقہ کار سے رواں دواں ہے اللہ ان کی منازل کو آسان فرمائے۔

صحابہ کرام ؓ سے آپ کی محبت کا الفاظ میں احاطہ کرنا ناممکن ہے جب بھی آپ صحابہ کرام ؓ اور خصوصاً صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے امی امی پکارتے تو آپ بے خود ہو جاتے اور مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہر طرف آہوں اور سسکیوں کی آوازیں بلند ہوتیں۔

صحابہ کرام ؓ کی عظمت کے پرچار ان کی ناموس کے تحفظ اور نظام خلافت راشدہ کے نفاذ کی کوششوں کی پاداش میں ارباب اقتدار نے آپ پر ظلم کی انتہا کر دی، ناجائز مقدمات بنائے گئے، پابندیاں لگائی گئیں، قید میں ڈالا گیا، انسانیت سوز تشدد کیا گیا، آپ کے ہم نواؤں اور ساتھیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے لیکن آپ صحابہ کرام ؓ کی خاطر یہ سب خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے اور جب آپ کے بہی خواہ آپ سے کچھ نرمی کرنے کی استدعا کرتے تو جواب میں فرماتے کہ کیا مجھ پر حضرت بلال ؓ سے زیادہ ظلم کیا گیا ہے!!

ایک بات یاد آ گئی کہ جب آپ نے سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھی تو اس کو جمعیت سے اختلاف کا نتیجہ سمجھا جانے لگا تو آپ نے اپنی کسی (غالباً چنیوٹ) کی تقریر میں وضاحت فرماتے ہوئے کہا کہ: "اختلاف نہیں...... تقسیم کار ہے...... ایک سٹیج سے حق نواز یلغار کروائے، ایک سٹیج سے فضل الرحمن یلغار کروائے"

بندہ کا حضرت سے نیاز مندانہ تعلق تھا چونکہ میرے والد محترم حضرت مولانا محمد ابراہیم دیگر محاذوں کے ساتھ ساتھ ناموس صحابہ کے محاذ پر بھی حضرت قریشی، حضرت تونسوی، علامہ نور الحسن شاہ بخاری اور سید عطاء المحسن شاہ بخاری کے ساتھ کام کر چکے تھے مناسب ہوگا کہ قارئین کو ایک تاریخی حقیقت سے آگاہ کروں کہ سید ابوذر ابو معاویہ بخاری ؒ (جنہوں نے سب سے پہلے 1961ء میں یوم سیدنا امیر معاویہ ؓ منا کر تحریک فضائل معاویہ کی ابتداء کی) کے بعد حضرت والد صاحب وہ دوسرے شخص ہیں جنہوں نے 1962ء میں یوم امیر معاویہ منایا اور ایک ماہ تک ضلع بندی کی سزا کاٹی اس نسبت سے بھی حضرت بندہ پر شفقت فرماتے تھے۔

مولانا حق نواز جھنگوی ؒ ایک فرد نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے جب بھی دفاع صحابہ اور نفاذ خلافت راشدہ کا تذکرہ ہوگا تو مورخ کا قلم سلام عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کا تذکرہ کرنے پر مجبور ہوگا اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے تحریکی جانشینوں کو آپ کا اخلاص، علم، تقویٰ، شجاعت اور درد نصیب فرمائے اور جلد از جلد منزل مقصود تک پہنچائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فاروق پبلی کیشنز

آپ ملک یا بیرون ملک جہاں بھی ہوں **آن لائن پرنٹنگ** کے
ذریعے مطلوبہ چیز آپ کی دہلیز پر پہنچانے کا انتظام موجود ہے۔

کتابیں

رسائل

ڈائریاں

کیلنڈر

فلیکس بورڈ

اشتہارات

ہر قسم کی سستی ، معیاری اور اعلیٰ چھپائی کا بہترین مرکز

مارکیٹنگ مینجر **فاروق پبلی کیشنز**

زیرو پوائنٹ گوجرہ روڈ سمندری فیصل آباد پاکستان

041-3420396 0300-7916396

Email.farooqpc@hotmail.com

امیر عزیمت کی زیارت کا جنون

ازقلم: اسیر ناموس صحابہ حافظ محمد نواز (قیدی سزائے موت سنٹرل جیل کوٹ لکھپت لاہور)

آج ایک طویل عرصہ بعد اپنے قائد و مربی، بطل العصر، امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ لکھنے کا ارادہ کیا تو ماضی کے دریچوں دریچے کھلنے لگے اور لڑکپن کی ان گنت یادوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ذہن کے کینوس پر چلنے لگا۔

غالباً 1985 یا 1986 کی ایک سرد شام تھی، میرے کزن خالد محمود صدیقی ہمارے گھر آئے اور امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ کا تعارف کراتے ہوئے جیب سے امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ کے بیان کی ایک کیسٹ نکال کر ٹیپ میں ڈالی اور تمام گھر والوں کو بیان سننے کا کہہ کر ٹیپ کا بٹن آن کر دیا۔ بیان کے ابتدائی کلمات تو ذرا مجھے لب دلچسپ ہی تھے جوں جوں بیان تمہید سے نکلتا گیا توں توں لہجہ میں تلخی، زبان میں بلا کی روانی اور دلائل و براہین کی برکھا برسنے لگی۔ گفتگو کیا تھی شعلہ نوائی، دلیری و شجاعت کا نمونہ، اخلاص و للہیت کا پیکر، حق گوئی و بے باکی کا مجسمہ، آواز حق شیعیت کے چہرے سے نقاب سرکا رہی تھی، پُر اثر آواز میں بلا کے جادو نے تمام گھر والوں پر سکتہ طاری کیا ہوا تھا، دوسری طرف میرے ذہن و قلب میں جذبات کا ایک تلاطم بپا ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد قرآن پاک حفظ کرنے کے لئے فیصل آباد کے ایک جامعہ میں داخلہ لے لیا، چند ایام ہی گزرے تھے کہ حسن آباد میں قاری ضیاء الرحمٰن ساجد شہید رحمہ اللہ کی یاد میں تحریکی پروگرام میں مولانا حق نواز جھنگوی رحمہ اللہ کی تشریف آوری کا اعلان ہوا، مجھے وہ کیسٹ والا بیان یاد آ گیا اور دل ہی دل میں ارادہ کرنے لگا کہ مولانا کی زیارت ہر حال میں کرنی ہے لیکن اس خیال کے ساتھ ہی اچانک مایوسی چھا گئی چونکہ حفظ کی کلاس میں سختی بھی بہت زیادہ تھی۔

مگر یہ مایوسی زیادہ دیر تک میرے آڑے نہ آئی کیونکہ کچھ عرصہ قبل والے جذبات پھر مجھ میں امنڈ آئے تھے اور میں نے مولانا حق نواز کو دیکھنے اور سننے کا عزم مصمم کر لیا تھا اور شام ڈھلنے سے قبل ایک سائیکل کا بندوبست بھی کر لیا تھا اب جونہی دن ڈھلنے لگا اور رات کی سیاہی چھانے لگی میں چپکے چپکے مدرسے سے نکلا اور جلسہ گاہ کی طرف سائیکل دوڑانے لگا، اچانک مجھے خیال آیا کہ ہمارے قاری صاحب کو بھی جلسوں میں جانے کا بہت شوق ہے، اگر قاری صاحب بھی جلسہ گاہ پہنچ گئے تو میرا کیا بنے گا، وقتی طور پر کچھ پریشانی تو ہوئی لیکن جھنگوی شہید رحمہ اللہ کی زیارت کا جنون اس قدر غالب تھا کہ میرے ہر خیال کو مسخ کر رہا تھا، بہرحال پریشانی و جنون کی اس ملی جلی کیفیت میں مقررہ جگہ تک پہنچ گیا، مسجد بہت چھوٹی تھی اور عوام الناس کا ایک جم غفیر تھا، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سارا فیصل آباد امنڈ آیا ہے۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کا بیان شروع ہوا، وہی دھیمی دھیمی آواز اور آواز میں بلا کی شائستگی میرے کانوں میں رس گھولنے لگی اور پھر وہی ہوا کہ صحابہ کا یہ دیوانہ آستین چڑھائے شیعیت کے کفریہ قلعوں میں شگاف ڈال رہا تھا، دفاع صحابہ میں متین و مضبوط دلائل کا مینہ برسا رہا تھا، اس کے ایک ایک لفظ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور دشمن صحابہ کی نفرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اس کی آواز کی گرج گویا ایک سیف بے نیام کی طرح تھی کہ جہاں جہاں سے گزرتی جا رہی تھی رزم کفر کا غلیظ خون بہتا جا رہا تھا، خدا کی قسم کیا طرز تکلم تھا، ادا کئے ہوئے ایک ایک لفظ پر اس قدر گرفت تھی کہ بلا کے تسلسل و روانی کے باوجود زبان لڑکھڑانے نہ پائی تھی، حق کا راہی، صحابہ کا شیدائی، دین حق کا بے باک داعی، صدق و صفا کا پیکر، صدائے حق اس طرح بے دھڑک بلند کر رہا تھا کہ:

ازل سے ہر باطل کا وطیرہ رہا ہے کہ جب وہ دلائل کی جنگ نہ جیت سکے تو تشدد و بربریت اور قتل و غارت گری کا راستہ ہی اپناتا ہے

زندگی ڈر کے نہیں ہوتی بسر جانے دو
جو گزرتی ہے قیامت وہ گزر جانے دو

مولانا نے جگہ کی تنگی کا شکوہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر زندگی رہی تو آئندہ سال بھی پروگرام چوک میں ہوگا بہرحال جلسہ اختتام پذیر ہوا اور میں نے مدرسہ کی راہ لی۔

مدرسہ جاتے ہوئے دل ہی دل میں بہت خوش تھا کہ مولانا کو یوں رو برو دیکھنے کی بے قراری کو کچھ قرار آ ہی گیا، خیر خدا خدا کر کے ایک سال بھی گزر گیا، اس مرتبہ حفظ کی پڑھائی مکمل کرنے کے بعد درجہ کتب کا طالب علم تھا اور مدرسہ کے باہر قدم رکھنے کا خیال تو کجا تصور بھی محال تھا لیکن جھنگوی شہید رحمہ اللہ نے میرے رگ و پے میں جو چنگاری بھڑکا دی تھی اس پر تو میں یہی کہہ سکتا تھا کہ:

سنگ گراں ہیں راہ میں لاکھوں تو کیا ہوا
منزل چھپی ہوئی تو میرے حوصلوں میں ہے
ہم اہل عشق آساں عشق کی منزل سمجھتے ہیں
نہ جب مشکل سمجھتے تھے نہ اب مشکل سمجھتے ہیں

پروگرام پر پہنچنے کا ایک منصوبہ تیار کیا اور اپنے ایک دوست کو بتا دیا۔

جب یہ طے ہے کہ ہمیں جانا ہے منزل کی طرف
ایک کوشش ہے اکارت تو دوبارہ ہی سہی
ہم کو چلنا ہے بہر رنگ سحر ہونے تک
اک تماشا ہی سہی ایک نظارہ ہی سہی

شکر خدا کا کہ دوست میری بات مان گیا، اب میں انتظار میں تھا کہ کب استاد جی مجھے بلائیں، ایک طالب علم نے کہا کہ آپ کو کمرہ میں استاد جی بلا رہے ہیں، کمرہ میں داخل ہوا تو استاد محترم کہنے لگے کہ تمہارے گھر سے فون آیا تھا کہ تمہارا بڑا بھائی فوت ہو گیا ہے، لہٰذا مہتمم صاحب کو درخواست لکھ کر گھر جا سکتے ہو، انتہائی افسردہ شکل لئے کمرہ سے باہر نکلا، درخواست لکھی اور سیدھا مہتمم صاحب کے کمرہ میں پہنچ گیا اور مہتمم صاحب کو درخواست پکڑا کر چھٹی کا کہا، مہتمم صاحب نے پہلے تو درخواست پڑھی اور پھر مشکوک نظروں سے مجھے دیکھنے لگے، بڑی مشکل سے اپنے اعصاب مضبوط کئے، 101 فیصد پریشانی کے آثار چہرے پر نمودار کئے، روہانسا ہو کر بیٹھا تھا، مہتمم صاحب دور اندیش صاحب بصیرت اور جید عالم دین تھے، ان کے علم میں تھا کہ فلاں جگہ جلسہ ہے تو ترچھی آنکھ سے دیکھتے ہوئے فرمانے لگے کہ واقعی بھائی فوت ہو گیا ہے یا جلسہ میں جانا ہے، میں نے رونے کی سی آواز نکالتے ہوئے کہا کہ استاد جی کو گھر سے فون آیا تھا، مجھے استاد جی نے بتایا ہے، مہتمم صاحب مطمئن ہو گئے اور مجھے چھٹی عنایت کر دی، جب مدرسہ سے نکلنے کی تیاری کی تو دوستوں نے انا للہ کے الفاظ دہراتے ہوئے تعزیت کی اور یوں میں ڈھیروں تعزیتی کلمات جھولی میں ڈالے مدرسہ سے باہر نکلا اور جھولی جھٹک دی کیونکہ میرا تو کوئی بڑا بھائی تھا ہی نہیں جو مرتا۔

اپنی کامیابی پر اچھلتا کودتا خوشیوں کے شادیانے بجاتا جلسہ گاہ پہنچ گیا، جھنگوی شہید رحمہ اللہ کی تقریر جوبن پر تھی، عوام الناس کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر سننے میں غرق تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتوں کے باب کھلے ہوئے تھے، یاران محبوب ﷺ کا

اگر ہم کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتے ہیں تو آج بھی وہی راستہ اپنانا پڑے گا جو امیر عزیمت نے اپنایا تھا

تذکرہ انتہائی ولولہ انگیزی کے ساتھ جاری تھا، ہر ذی روح پر سکتہ طاری تھا۔

جھنگوی شہید رحمہ اللہ کی جرأت، بہادری، دلیری اور بے خوفی کا یہ عالم تھا کہ ناموس صحابہ کی خاطر وہ جتنوں سنگین مقدمات کا بوجھ کاندھوں پر تھا پھر بھی انداز بیاں کچھ اس طرح تھا کہ:

کلمہ حق کا اظہار ہر حال میں کریں گے
صبر نہیں ہوگا تو سر راہ کریں گے
ابوبکر کے دشمن کو کافر کہنا اگر جرم ہے میرے وطن میں
تو ہم یہ جرم بار بار کریں گے

بہر حال جھنگوی شہید رحمہ اللہ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ کارکنوں کے دلوں میں اس طرح اترتا جا رہا تھا۔ سچ کہا مہر ریاض نے کہ:

زور ورشہ مال تھا مگر دلوں کی سلطنت پہ قبضہ کمال تھا

مجھے مولانا طیب الرحمٰن شہید رحمہ اللہ کا ایک واقعہ یاد آیا جو ان کے بڑے بیٹے نے مجھے سنایا کہ والد صاحب اس وقت شہر گوجرہ کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے اور سپاہ صحابہ کے باقاعدہ رکن تھے کہ سرزمین گوجرہ پر امیر عزیمت کا خطاب تھا، والد صاحب پروگرام پر جانے کے لئے تیار ہوئے تو ساتھ ہی اپنے بڑے بھائی کو بھی تیار کرلیا جو کہ اس وقت جمعیت علمائے اسلام (ف) کے ذمہ دار اور جھنگوی شہید رحمہ اللہ کے سخت مخالف تھے، بہر حال کوشش بسیار کے بعد والد صاحب نے بڑے بھائی جان کو پروگرام پر جانے کے لئے تیار کرلیا۔

جلسہ گاہ پہنچے تو اسٹیج سے کچھ ہی فاصلہ پر بیٹھ گئے، جھنگوی شہید رحمہ اللہ جلوہ افروز ہوئے تو زبردست استقبال اور نعرہ بازی کے بعد بیان شروع ہو گیا، ابھی 25 منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ تایا جی یہ کہتے ہوئے جلسہ گاہ سے واپس آگئے کہ مطلع اگر اب میں پانچ منٹ مزید یہاں بیٹھ گیا تو اسی شخص کا ہو کر رہ جاؤں گا۔

بہر حال یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ جھنگوی شہید رحمہ اللہ کے بیان میں عجیب تاثیر تھی، عجب قوت گویائی تھی کہ میری کیفیت بھی جھنگوی شہید رحمہ اللہ کے کارکنوں کی طرح ہوتی جا رہی تھی۔

خیر جلسہ اختتام پذیر ہوا اور میں مشن جھنگوی پر بقیہ زندگی بسر کرنے کا عزم مصمم لیکر چل پڑا، رات کا بقیہ حصہ کسی مسجد میں بسر کیا اور علی الصبح پڑھائی کے اوقات سے قبل مدرسہ پہنچ گیا، آج کا دن تو خیریت سے گزر گیا مگر اگلے روز مہتمم صاحب نے گیارہ بجے تمام طلبہ کو مسجد کے ہال میں جمع ہونے کا حکم دیا، کچھ طلبہ مدرسہ کے نوٹس بورڈ پر لگی تحریر پر نظریں لگائے کھڑے تھے جس میں میرے ہی اخراج کا حکم نامہ درج تھا یعنی

میں اک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا
ایک اور دریا کا سامنا تھا مجھ کو

چپکے سے مسجد کے ہال میں جا بیٹھا، تمام طلبہ بھی جمع ہو چکے تھے سامنے میں مہتمم صاحب آئے اور مائیک سنبھال کر تعلیم و تربیت کے حوالے سے گفتگو فرمانے لگے، انتہائی مختصر مگر جامع بیان فرمایا، پھر اچانک مہتمم صاحب نے گرجدار آواز میں کہا کہ محمد

> **حکمرانوں کی آشیرباد کی وجہ سے شیعیت ایک مرتبہ پھر جارحیت کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے۔**

نواز کھڑا ہو جائے، مہتمم صاحب کا اتنا کہنا تھا کہ میرے نیچے سے زمین نکل گئی، پریشانی و خوف کے عالم میں فی الفور کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں، میں جلدی سے چھپنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا کہ اتنے میں دوبارہ ذرا تلخ لہجہ میں مہتمم صاحب نے کہا کہ محمد نواز کہاں ہے اسے کھڑا کرو، بہر حال میں کانپتا کانپتا کھڑا ہوا تو مہتمم صاحب نے میرا جلسے پر جانے والا سارا قصہ سنا دیا اور بعد ازاں میری خوب بے عزتی کی اور فوراً مدرسہ سے اخراج کا حکم جاری کر دیا، نہ معلوم کس نے مخبری کر ڈالی تھی، بہر حال حکم سخت تھا فی الفور مدرسہ چھوڑنے میں بہتری تھی اور اپنا بوریا بستر گول کیا اور مدرسہ کی چار دیواری سے باہر نکل آیا، اب راستہ میں سوچنے لگا کہ گھر گیا تو والد صاحب سے مار کھانا پڑے گی لیکن میرے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ بھی تو نہ تھا اس لئے کافی سوچ بچار کے بعد آخرکار گھر جانے میں ہی عافیت تھی۔

گھر پہنچا، پہلے تو والد صاحب کافی ناراض ہوئے اور بعد مجھے دوبارہ فیصل آباد لے آئے اور کسی سے سفارش وغیرہ کے ذریعہ دوبارہ مدرسہ میں داخلہ دلوا دیا۔

یہ رشتہ خلوص ہے ٹوٹے گا کس طرح
رشتوں کو چھو سکے ہیں بھلا کب قضا کے ہاتھ

چونکہ گھنٹہ گھر میں مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کا جلسہ تھا جس کی بہت زیادہ تشہیر کی گئی، گلی کوچوں، بازاروں اور چوکوں میں سینکڑوں بڑے بڑے اشتہار لگائے گئے تھے بلکہ میں بھی چپکے چپکے وال چاکنگ وغیرہ کرا تا تھا، جلسہ میں ایک دن باقی تھا اور میری کوششیں بھی پہلے سے کہیں زیادہ متحرک ہو چکی تھیں۔

> **مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی آواز کی کرختگی گویا ایک سیف بے نیام کی طرح تھی کہ جہاں جہاں سے گزرتی جاتی وہاں رزم کفر کا غلیظ خون بہتا جاتا تھا۔**

ہوا ... یہ ... سوچ ... کر شرما رہی تھی
دیے کی لو تو بڑھتی جا رہی تھی

لیکن شکر خدا کہ مجھے کوئی غیر معقول راہ نہ اپنانا پڑی، مولانا الیاس گھمن اس مسئلہ میں میرا ساتھ دینے پر رضامند ہو گئے اگرچہ مولانا الیاس گھمن صاحب بھی اس وقت مدرسہ کے ایک سٹوڈنٹ تھے لیکن اللہ رب العزت نے دور طالب علمی میں بھی مولانا کو بے پناہ صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا، جس وجہ سے تمام اساتذہ مولانا کے ساتھ خصوصی شفقت فرماتے تھے۔

مولانا نے اساتذہ اور مہتمم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات پر قائل کرلیا کہ طلباء کو جلسہ میں شرکت کی اجازت دی جائے، طلباء نے انتہائی جوش و خروش کے ساتھ نعروں کی گونج میں جلسہ میں شرکت کی، گھنٹہ گھر چوک اپنی وسعتوں کے باوجود تنگی کا شکوہ کر رہا تھا، پہلے سے بھی کہیں زیادہ ہزاروں کا مجمع تاحد نگاہ زمین پر یوں دھرنا دیے بیٹھا تھا جیسے انہیں ابھی کسی خاص مہم پر نکلنا ہے، عوام کے جذبات، جوش و خروش، ولولہ، بے چینی، بے تابی کا عجیب عالم تھا، جلسہ گاہ میں تاحد نگاہ سر ہی سر نظر آتے تھے، جلسہ گاہ کے اطراف بڑے بڑے بینرز آویزاں تھے جن پر نہایت خوبصورتی کے ساتھ "جیوے جیوے حق نواز" حق نواز تیری جرأت کو سلام، قائد قدم بڑھاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں درج تھا۔

ایک بڑا اور خوبصورت اسٹیج بنایا گیا تھا جس پر چند مقامی علماء کرام تشریف فرما تھے، تلاوت قرآن پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا، مقامی علماء کرام کے بیان شروع ہونے لگے، دوسرے بڑے علماء کرام بھی تشریف لائے، جن میں مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ اور مولانا لال حسین اختر کے علاوہ یوسف مجاہد نے بھی خطاب کیا۔

آخر میں نعروں کی گونج کے ساتھ امیر عزیمت شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے، رات کا دوسرا پہر اور جاڑے کا موسم تھا، ایک ایسا مرد قلندر تقریر کا آغاز کر چکا تھا جس کا طرز امتیاز یہ تھا کہ:

ہے مقصد زندگانی کا کہ کوئی کام کر جانا
خیال موت بے جا ہے وہ جب آئے تو مر جانا

ایک ایسا نڈر اور بے باک خطیب جس کا نعرہ مستانہ تھا کہ:

ہو جس کا رخ ہوائے غلامی پہ گامزن
اس کشتی حیات کے ہر لنگر کو توڑ دو

صحابہ کا ایک ایسا سپاہی جو ہمہ وقت موت کو ہتھیلی پر رکھ کر گلی گلی، نگر نگر، کوبکو، ہر ضلع، ہر شہر اور ہر صوبہ میں صدائے بازگشت لگا رہا تھا کہ:

ہم سینچتے ہیں کشت سحر اپنے لہو سے
مانگے ہوئے سورج سے سویرا نہیں کرتے

اخلاص کا پیکر، صحابہ کا شیدائی، امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا روحانی بیٹا اب تمہید ختم کر کے اپنے موضوع کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا۔

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ مانتے تب بھی ہم مانتے"

ہاں یاد آیا مولانا نے ابتدا میں فاروقی شہید رحمہ اللہ کے بیان کا حوالہ دیتے ہوئے کچھ کلمات کہے جن کو میں لفظ بلفظ نقل کر رہا ہوں۔

"میرے محترم بھائی فاروقی صاحب فرما رہے تھے کہ اگر

سیدنا علیؓ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو نہ مانتے تب ہم بھی نہ مانتے، میں معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ سیدنا علیؓ سیدنا صدیق اکبرؓ کو نہ مانتے تب بھی ہم مانتے۔ تھوڑی سی توجہ معذرت کے ساتھ...... ہر خطیب کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے...... تردید نہیں کرتا لیکن تھوڑی سی وضاحت کرتا ہوں...... کیوں!...... سیدنا صدیق اکبرؓ کی صداقت سیدنا علیؓ کے تابع نہیں ہے، سیدنا صدیق اکبرؓ مستقل صداقت کا مالک ہے...... سیدنا صدیق اکبرؓ کی صداقت پر قرآن ناطق ہے...... سیدنا صدیق اکبرؓ کی صداقت پر نبوت ناطق ہے...... سیدنا صدیق اکبرؓ کی صداقت پر آسمان کے فرشتے ناطق ہیں...... سیدنا صدیق اکبرؓ کی صداقت پر نبوت پکاری ہے...... سیدنا صدیق اکبرؓ کی صداقت پر رب پکارا ہے:

"ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ"

سنیو! رفض زدہ ذہنیت ترک کرو، سیدنا علیؓ کا تقدس اپنی جگہ...... عفت اپنی جگہ...... شرافت اپنی جگہ...... علم اپنی جگہ...... فہم اپنی جگہ......

لیکن سنو! سیدنا صدیق اکبرؓ آقا ہے سیدنا علیؓ نوکر ہے سیدنا صدیق اکبرؓ امام ہے سیدنا علیؓ مقتدی ہے...... اپنے وقت پر سیدنا علیؓ بھی امام بنا ہے...... مجھے اختلاف نہیں...... لیکن وجہ بدل جاتی ہے...... سیدنا صدیق اکبرؓ اپنی جگہ امام ہے سیدنا علیؓ اپنی جگہ امام ہے...... لیکن مرتبے کا فرق سمجھنا پڑے گا اور ملحوظ خاطر رکھنا پڑے گا...... سیدنا صدیق اکبرؓ آقا ہے اور سیدنا علیؓ غلام ہے۔ بولیے ڈر کس بات کا؟ اہل سنت کا عقیدہ ہے سیدنا علیؓ کی امامت باقی صحابہ پر اصحاب ثلاثہ کے بعد مسلم ہے، اصحاب ثلاثہؓ کے بعد باقی تمام صحابہ سے بڑے سیدنا علی المرتضیٰ ہیں، اس میں کوئی شک نہیں لیکن اصحاب ثلاثہؓ کی فضیلت پر کسی اور صحابی کو فضیلت نہیں دینی چاہئے یہ سنی عقیدہ ہے، موقف ہے اہل سنت کا، عرض یہ کر رہا ہوں کہ ہم سیدنا صدیق اکبرؓ کی صداقتوں کو سیدنا علیؓ کے تابع کر کے نہیں مانتے ہم اس کو مستقل صداقت کا پتلا مانتے ہیں۔"

یہ تو مولانا کی تقریر کے ابتدائی کلمات تھے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ صحابہ کرامؓ سے انتہا کا عشق تھا، جب صحابہ کرامؓ کی عظمتوں کے باب کھولتے تو وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی، مولانا جب صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب و مدح سرائی کر چکے تو آخر میں اہل تشیع کے کفریہ حوالہ جات نقل کرنے لگے۔

اس وقت مولانا کی عجیب جذبات کیفیت تھی، شیعیت کا کفر اور صحابہ کرام کی عظمت نہایت مدللانہ انداز میں بیان کیے جا رہے تھے، دلائل و براہین کی برکھا برس رہی تھی، اور لوگ منہ میں انگلیاں دبائے اس سحر انگیز خطاب میں قید تھے یہاں تو معمولی سی جنبش کا تصور بھی محال تر تھا، یہاں لوگ جذبات میں آ کر ایسی نعرہ بازی کرتے کہ مجمع تھمنے کا نام نہ لیتا، بہر حال جلسہ اختتام پذیر ہوا اور یہ جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب ترین رہا مولانا نے اپنا پیغام انتہائی مدلل انداز میں عوام الناس تک پہنچایا، تمام طلبہ مدرسہ آ گئے اور دوسرے روز پڑھائی شروع ہو گئی۔

ڈھیروں تعزیتی کلمات جھولی میں ڈالے مدرسے سے نکل کر جھولی جھٹک دی کیونکہ میرا تو کوئی بڑا بھائی تھا ہی نہیں جو مرتا۔

ابھی پڑھائی شروع ہوئے چند دن ہی بیتے تھے کہ میرا کزن خالد محمود صدیقی (جس کا میں ابتدا میں تذکرہ کر چکا ہوں) ایک حادثہ میں انتقال کر گیا، یہ میرا کزن سپاہ صحابہ کا انتہائی جذباتی اور سرگرم کارکن تھا، اگرچہ یہ صرف ایک ادنیٰ کارکن تھا جس کا کام سپاہ صحابہ کے جلسوں میں شرکت کرنا، نعرے بازی کرنا اور اپنے دوستوں کو مشن جھنگوی کی تبلیغ کرنا تھا، مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو اپنے اس ادنیٰ کارکن کی وفات کا علم ہوا تو فوراً تعزیت کے لئے اس کے گھر پہنچے، مولانا اس کو نہیں جانتے تھے کہ یہ کون سا لڑکا ہے فقط اتنا علم تھا کہ میری جماعت کا ایک رکن ہے۔

اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کے دل میں اپنے ایک ادنیٰ سے کارکن کی محبت کس قدر موجزن تھی، موجودہ دور میں ہزاروں جماعتیں اپنے اپنے مقاصد کے حصول میں برسرپیکار ہیں لیکن میں دعویٰ سے یہ بات کہتا ہوں کہ کسی جماعت کا کوئی لیڈر، کوئی کارکن، کوئی فرد ایک بھی ایسی مثال نہیں لا سکتا کہ لیڈر اپنے کارکن کو جانتا پہچانتا بھی نہ ہو اور بعد از وفات دور دراز کا سفر کر کے اس کے گھر تعزیت کے لیے پہنچ جائے۔

یہ خاصا صرف میرے قائد، میرے مربی، میرے روحانی باپ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا ہی تھا کہ نہ جانتے پہچانتے ہوئے بھی ایک طویل سفر کر کے خالد محمود کے گھر پہنچے، گھر والوں سے تعزیت کی، مغفرت کی دعا کی۔

بعدہ جب واپسی کا ارادہ کیا تو گھر والوں نے خالد محمود کی تصویریں لا کر مولانا کو دکھائیں جب مولانا نے تصویریں دیکھیں تو فوراً چونک کر بولے کہ یہ لڑکا تو اکثر میرے جلسوں میں شریک ہوتا

چک گھنٹہ گھر فیصل آباد کے جلسہ میں طلباء کو بھیجنے کے لئے مولانا محمد الیاس گھمن نے اساتذہ اور مہتمم کو قائل کر لیا۔

تھا بلکہ مولانا نے مزید فرمایا کہ جب میں میانوالی جیل سے رہا ہو کر آیا تو میرے استقبال میں جو لڑکا پیش پیش تھا وہ یہی خالد محمود تھا مولانا کا اتنا کہنا تھا کہ ایک مرتبہ پھر آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہنے لگے، ابھی آنسو جاری ہی تھے کہ گھر والوں نے خالد محمود کے کلکے ہوئے اسٹیکرز لا کر دکھائے جو اسٹیکرز خالد محمود نے کاٹ کر سنبھال کر رکھے تھے، جن سے خالد محمود کی جھنگوی شہیدؒ اور مشن جھنگوی سے والہانہ محبت کا ثبوت نظر آ رہا تھا، مولانا ان کٹے ہوئے سٹیکروں کو ہاتھ میں لیکر کافی دیر تک غمگین کھڑے آنسو بہاتے رہے اور بالآخر سٹیکرز جیب میں ڈالتے ہوئے گھر سے نکل پڑے۔

پھر اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد شہادت سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل راقم مولانا الیاس گھمن، مولانا ثناء اللہ ایوبی، دیگر ساتھیوں سمیت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرنے مسجد حق نواز پہنچے، مولانا کی آمد سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل ہی مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، مسجد کسی جلسہ گاہ کا منظر پیش کر رہی تھی، مسجد کا ہال، صحن، گیلری حتیٰ کہ باہر گلی میں بھی عوام الناس کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، ایک لمحہ کے لئے تو مجھے ایسا لگا کہ شاید آج جمعہ والے دن یہاں کوئی پروگرام ترتیب دیا گیا ہے اسی لئے اتنا ہجوم اکٹھا ہوا ہے، لیکن بعد ازاں لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہاں کوئی پروگرام نہیں بلکہ مولانا کا ہر جمعہ ہی اس طرح ہوتا ہے جیسے کوئی جلسہ منعقد کیا گیا ہو، بہر حال ہم بھی بمشکل کونوں کھدروں میں جگہ بنا کر بیٹھ ہی گئے، جو شخص جہاں بیٹھا وہ اس طرح پھنس کر بیٹھا کہ پھر اسے معمولی حرکت کی جگہ بھی نہ ملی۔

کچھ ہی دیر گزری اور مولانا نعروں کی گونج میں نمودار ہوئے وہی انداز، وہی لب ولہجہ اور وہی جذبات کیفیت سب پر طاری تھی، یہی صدا لگاتے کہ کہاں گئی سنیت، کہاں گئی مولویت، ہائے سنی تیرے ملک میں صحابہ کرامؓ جیسی مقدس ہستیوں کو گالی نکالی جائے اور تو کفن کی نیند سو رہا ہے...... کہاں گئی تیری غیرت، کہاں گیا تیرا ایمان، ہائے مٹ گئی سنیت، ہائے مر گئی سنیت۔

مولانا نے سنیت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ سنی آج تیری بیٹی کی عزت محفوظ، آج تیری ماں کی عزت محفوظ، لیکن نبی ﷺ کی دستار، نبی ﷺ کی زوجہؓ، امت کی ماںؓ میری ماں عائشہ صدیقہ کائناتؓ کی عزت محفوظ نہیں، مولانا انتہائی جذباتی انداز میں اسی قسم کے الفاظ دہراتے جا رہے تھے اور دوسری طرف مجمع میں عجب ہلچل کا سماں تھا، کہیں نعرے لگ رہے تھے اور کہیں سے آہوں اور سسکیوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں غرض مولانا کی کیفیت کے ساتھ ساتھ کارکنوں کی بھی عجیب حالت تھی، جذبات، جوش، ولولہ، آہوں، سسکیوں اور نعروں کی ملی جلی کیفیت کا سا سماں تھا۔

قمریاں شاخ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں
پتیاں پھولوں کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں
وہ پرانی روشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں
ڈالیاں پیرہن برگ سے عریاں بھی ہوئیں
ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک

اس کے سینے میں بے نفسوں کا تلاطم اب تک یہاں میں نے ایک چیز جو بالخصوص نوٹ کی کہ مولانا جب حضرت عائشہ صدیقہ کائنات ﷺ کے متعلق کوئی عبارت نقل کرتے تو امی عائشہ ؓ امی عائشہ ؓ کی صدا لگاتے ہوئے اس طرح ماہی بے آب کی طرح تڑپتے کہ الامان الحفیظ خود بھی تڑپتے اور مجمع کو بھی تڑپاتے۔

واللہ میں نے زندگی میں آج تک کسی حقیقی بیٹے کو بھی اپنی سگی ماں کے لئے اس طرح اس قدر تڑپتے نہیں دیکھا، جس طرح مولانا تڑپ تڑپ کر امی عائشہ صدیقہ کائنات ؓ کو پکارتے۔

بیان ختم ہونے کے فوراً بعد مولانا مسجد حق نواز کے بالائی دفتر میں تشریف لے گئے۔ دفتر کارکنوں سے بھرا ہوا تھا، کچھ لوگ محلہ حق نواز، کچھ گرد و نواح اور کچھ ہماری طرح دور دراز کا سفر کر کے مولانا کی زیارت کو آئے ہوئے تھے۔

باشندگان علاقہ میں کچھ تو اپنے ذاتی و علاقائی لڑائی جھگڑوں کا فیصلہ کروا رہے تھے اور کچھ اپنے معاملات کی بہتری کے لئے مولانا کے مفید مشوروں سے مستفیض ہو رہے تھے، کچھ سفارشی خط لکھوا رہے تھے۔

مولانا نے ہاتھ میں چند صاف اوراق پکڑ رکھے تھے، ایک ایک کر کے ان اوراق پر کچھ تحریر ثبت کرتے، نیچے اپنے دستخط کرتے اور متعلقہ شخص کے ہاتھ میں ورق تھما کر فرماتے کہ بھائی مجھ سے جو ہو سکتا تھا وہ میں نے کر دیا، کچھ ہی تائم گزرا کہ صاف اوراق ختم ہو گئے تو مولانا نے اپنی جیب سے پانچ روپے نکالے اور قریب بیٹھے سپاہ صحابہ کے مرکزی ذمہ دار شیخ اشتیاق کو کاپی لانے کا کہا، کچھ فرصت کا ٹائم ملا، دور دراز سے آئے لوگ موقع غنیمت جانتے ہوئے ذرا آگے ہوئے، اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ ہم پارہ چنار سے آئے ہیں، یہ سن کر مولانا نے فوراً کھانے کا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مولانا کھانا تو ہم کھا کے آئے تھے، مولانا نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ بھئی آپ لوگوں نے کیا کیا، جب آپ ہمارے مہمان ہیں تو کھانا بھی ہماری طرف سے ہوگا، یہ کہنے کے ساتھ ہی مولانا نے ایک کارکن کو مخاطب کرتے ہوئے جیب سے کچھ روپے نکالے اور اسکو کھانا لانے کا کہا، ہم بھی آگے بڑھے بتایا کہ ہم فیصل آباد سے آئے ہیں اور جامعہ امدادیہ کے طالب علم ہیں، مختصر حال احوال کے بعد ہم نے مولانا سے اپنے مدرسہ کے لئے استدعا کی کہ ہمارے مدرسہ میں سالانہ پروگرام کے لئے آپ کا ٹائم چاہیے، مولانا نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا بیٹا جس جامعہ کے دار الافتاء میں شیعیت کے کفر پر فتویٰ موجود نہیں میں وہاں کس منہ سے جاؤں، مولانا کی یہ بات سننا تھی کہ ہم بھی لاجواب ہو گئے اور مزید کچھ عرض کرنے کا چارہ نہ رہا۔ یہ ہماری مولانا سے مختصری ملاقات تھی۔

امیر عزیمت نے شیعیت کے کفر کو صرف منبر و محراب گلی کوچوں اور چوکوں، چوراہوں میں ہی ننگا نہیں کیا بلکہ سیاسی پلیٹ فارم پر بھی 42000 ووٹ لیکر شیعیت کے کفر پر مہر ثبت کروائیں۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا ہر جمعہ اس طرح ہوتا جیسے کوئی بہت بڑا جلسہ منعقد کیا جا رہا ہو۔

اہل تشیع کے پاس سوائے اس کے کہ امیر عزیمت کو راستہ سے ہٹایا جائے کوئی دوسرا راستہ نہ بچا تھا اور اہل تشیع کے اس ناپاک عزائم کے پس پردہ صرف جھنگ کا شیعہ ہی نہیں بلکہ ایران کا شیعہ بھی متحرک تھا، کچھ شک نہیں ہی ازل سے ہر باطل کا وطیرہ رہا ہے کہ جب وہ دلائل کی جنگ نہ جیت سکا تو تشدد و بربریت اور قتل و غارت کا ہی راستہ اپنایا، دلائل کی جگہ گولی کا استعمال کرتے ہوئے 22 فروری بروز جمعرات 1990ء کو اہل سنت کے اس روشن چراغ کو ان کی دہلیز پر گل کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

وہ مشن جو امیر عزیمت اپنے کارکنوں کو سونپ کر گئے تھے، آج قائد اہل سنت حضرت مولانا احمد لدھیانوی مدظلہ کی قیادت میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

شراب عشق نہیں بدلی پر جام بدلتے رہتے ہیں
صدا حق کا علم لہراتا ہے پر ہاتھ بدلتے رہتے ہیں
حالات سے ٹکرا کر جینا یہ حق والوں کی عادت ہے
حالات کی تقلید نہ کر حالات بدلتے رہتے ہیں
کل تک تھی جو سوز جگر وہ درد جگر آج بھی ہے
کام وہی پیغام وہی بس نام بدلتے رہتے ہیں

لیکن افسوس کہ گردش حالات کی ستم ظریفیوں نے شیعیت کو ایک مرتبہ پھر اسی پرانی روش پر لا کھڑا کیا ہے، آج پھر وہ اپنے زخم خوردہ ہاتھ پاؤں باہر نکال رہی ہے اور ان کا بے دریغ ناپاک استعمال کر رہی ہے، اس وقت بھی آپ اگر انٹرنیٹ کی دنیا میں جائیں تو 6000 سے زیادہ کلپ اصحاب محمد ﷺ پر لعن طعن اور تبرا بازی سے متعلق موجود ہیں، آج بھی ماتمی جلوسوں سے روڈ بلاک اور مارکیٹیں بند کر دی جاتی ہیں، جس کی بنا پر جہاں ایک طرف ملکی خسارہ ہوتا ہے تو دوسری طرف سنیت کا استحصال بھی اور یہ سب ہمارے حکمرانوں کی غفلت اور نرم پالیسیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ شیعیت ایک مرتبہ پھر جارحیت کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے۔

اور آج پھر مجھے اپنے قائد، اپنے مربی کی یاد آ رہی ہے کیونکہ آج بھی اگر ہم کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتے ہیں تو وہی راستہ اپنانا پڑے گا جو امیر عزیمت نے اپنایا تھا، آج میں سزائے موت کا ایک قیدی جیل کی کال کوٹھڑی میں بیٹھا جب یہ سطور قرطاس کی زینت کر رہا ہوں تو دامن اٹھائے خدا سے پھر ایک جھنگوی مانگ رہا ہوں اور اپنی زندگی کے 10 سال جیل کی تنگ و تاریک دنیا میں گزارنے کے بعد آج بھی یہ عزم لئے بیٹھا ہوں کہ:

زندگی ڈر کر نہیں ہوتی بسر جانے دو
جو گزرتی ہے قیامت وہ گزر جانے دو

بقیہ ایران انقلاب

فتنے اور خطرناک ترین دشمن کو للکارا ہے۔ وہ فتنہ جس نے مذہبی محاذ پر اسلام کا حلیہ بگاڑا، سیاسی محاذ پر خلافت راشدہ کے خلاف سازشیں کیں، خلافت بنی امیہ کو جڑ سے اکھاڑ کر فتوحات اسلام کا باب بند کر دیا، خلافت بنی عباس کو تاراج کیا، خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کی کوششیں کیں، ہند میں فرنگی سامراج کا ساتھ دیا اور آج بھی عالمی طاغوتی صلیبی قوتوں کا پس پردہ آلہ کار بنا ہوا ہے۔

وہ فتنہ عظمیٰ اس شیر دل جوان کو کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ مگر یہ ہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اتنی جلدی اس قیمتی سرمایہ سے ہم ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم مولانا کی زندگی میں کما حقہ ان کی قدر نہ کر سکے اور ہم ایک انتہائی قیمتی لعل سے محروم ہو گئے لیکن ان کے بعد ان کے سچے جانشینوں نے ان کے مشن کو نہ صرف زندہ رکھا اسے ترقی دی بلکہ انہی کی دی ہوئی راہ شہادت پر گامزن رہے۔ بقول خداوندی:

رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم
من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا
تبدیلا (الاحزاب)

آخر میں سپاہ صحابہ کے عمائدین سے یہ اپیل ہے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن میں سستی اور کاہلی محسوس ہو رہی ہے اس کا ازالہ ضروری ہے کیونکہ اس تحریک کا مزاج ہی یہ ہے کہ اس میں حالات کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لئے تحریک کے بانی حضرات کی طرح ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے۔

بقیہ [illegible]

آج یہ صورت ہے کہ ہر گھر میں ایک ایک، دو دو ساتھی تیار ہو گئے ہیں ہماری برادری اور اہل علاقہ کے بچے اہل حق کے مدارس میں حافظ اور عالم بن رہے ہیں۔ اہل حق علماء ہمارے علاقہ کی تمام مذہبی تقریبات کی زینت ہیں، جاہل ملاؤں کا عرصے سے داخلہ بند ہے اور یہ اتنی بڑی تبدیلی فقط امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ کی صرف ایک زیارت کی برکت سے ہوئی۔ اب وطن عزیز کے موجودہ حالات کو دیکھتا ہوں تو کسی امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ کا منتظر ہو جاتا ہوں اور جب حالات کو دیکھ کر دل ڈوبنے لگتا ہے تو امیر عزیمت رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے حالات کا نقشہ سامنے آتا ہے تو ایک امید سی پیدا ہو جاتی ہے اور دل کو دلاسا دیتے ہوئے پکارتا ہوں

بہار کی بد نصیبی بلا رہی ہے چلے بھی آؤ
کسی ستارے کا روپ بن کر کسی کے دل کا قرار بن کر

اللہ تعالیٰ مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں معاویہ اعظم اور مسرور نواز کی شکل میں ایک اور جھنگوی اور اعظم نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے دیئے ہوئے راستے پر آخر دم تک ثابت قدم رکھے اور مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہ کو ثابت قدمی کے ساتھ تا قیامت زندہ رکھے۔ (آمین)

نوید انقلاب

اپنے دوست کے ہمراہ میں کسی کام کی غرض سے تھانہ سٹی پہنچا اور تھانہ سے متعلق ضروری امور سرانجام دے کر ہم تھانہ کے داخلی گیٹ کی برعکس جانب برلب سڑک کھڑے واپسی کا پروگرام ترتیب دے رہے تھے کہ اچانک تھانہ کے گیٹ سے ایک وجیہہ اور پروقار شخصیت کے حامل صاحب ہم دونوں پر نظریں جمائے مسکراتے ہوئے ہمارے قریب آئے اور میرے دوست سے استفسار کیا کہ حافظ صاحب آپ اس وقت یہاں کیسے؟ حافظ صاحب نے اپنی آمد کا مطمع نظر ان کو بتلایا تو انہوں نے واپسی اور سواری کی سہولت سے متعلق سوال کیا تو حافظ صاحب نے نہ میں جواب دیا تو انہوں نے فوراً کہا کہ میرے پاس سواری کی سہولت موجود ہے آیئے میں آپ دونوں کو آپ کے سٹاپ پر اتار دوں گا راستے میں گپ شپ بھی ہوتی رہے گی میں دل ہی دل کے اندر مسرت محسوس کر رہا تھا کہ سفری راحت کے ساتھ ساتھ کرایہ کی بچت بھی رہے گی کیونکہ ڈیزل پیٹرول کی مہنگائی کے عنوان پر ٹرانسپورٹر حضرات کے لئے عوام کو لوٹنے کی خاصی سند ہاتھ لگ چکی ہے (گاڑی اگرچہ سی این جی ہو) ہم گاڑی کی طرف چلنے لگے تو میری شریف صورت اور متشرع شباہت کو دیکھ کر ان صاحب نے مجھے فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا میں نے رسماً ایک مرتبہ انکار کیا لیکن انکی دوسری مرتبہ آفر اور اپنی دلی تمنا کے ہاتھوں مجبور ہو کر فرنٹ سیٹ پر پورے وقار کے ساتھ براجمان ہوا ، حافظ صاحب ان صاحب کے دیگر ساتھیوں اور تقریباً چار سالہ ایک بچے کے ساتھ بیک سیٹ پر بیٹھ گئے ، وہ صاحب ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اور گاڑی کو اسٹارٹ کیا اور روانگی شروع کی اور اچانک حافظ صاحب سے سوال کیا کہ آپ نے حضرت کا تعارف تو کرایا ہی نہیں میں نے اپنے متعلق لفظ حضرت سن کر متانت اور سنجیدگی میں مزید تکلف پیدا کیا اور حافظ صاحب نے تعارف کروانا شروع کیا کہ یہ ہمارے دیرینہ دوست ہیں عدیم صاحب اشعبہ صحافت کے ساتھ منسلک ہیں اور دین کے ساتھ بھی کافی لگاؤ رکھتے ہیں حافظ صاحب کی بات مکمل ہوتے ہی بندہ نے بھی ازراہ مروت حافظ صاحب کو ہی بھائی کے تعارف کی زحمت دی تو حافظ صاحب نے بتایا کہ یہ ہمارے دوست ڈاکٹر راشد صاحب ہیں سماجی اور رفاہی کاموں میں کافی دلچسپی رکھتے خدمت خلق کے جذبات سے معمور اور سرشار شخصیت کے حامل ہیں، ڈاکٹر صاحب کی اس قدر خوبیاں معلوم ہونے پر راقم کو اپنی مصنوعی وجاہت کے زمین بوس ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہوا، حافظ صاحب کے دو طرفہ تعارف کے بعد بندہ نے ڈاکٹر صاحب سے مزید بے تکلف ہونے کی غرض سے صحافیانہ رگ صحافت کے ہاتھوں مجبور ہو کر مختلف نوعیت کے سوال کرنا شروع کر دیئے اور ایک سوال ڈاکٹر صاحب کی گھریلو زندگی بچوں اور ان کے ناموں سے متعلق کیا تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میرے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں اور گاڑی میں موجود بچہ میرا سب سے چھوٹا بیٹا ہے جس کا نام مصعب معاویہ ہے اور میرے بڑے بیٹے کا نام علی معاویہ ہے اور میری بیٹیوں کے نام بالترتیب خدیجہ، عائشہ اور حفصہ ہیں، جب میں نے ڈاکٹر صاحب کے بچوں کے نام سنے تو مجھے ایک انتہائی سی خوشی محسوس ہوئی اور میں نے ڈاکٹر صاحب سے حضرات صحابہ کرام ؓ کے ناموں پر اپنے

میں نے ارادہ کرلیا کہ اصحاب رسولؐ کی عزت وحرمت کے لئے کوئی اور کردار نہ بھی کرسکوں، لیکن اپنے بچوں کے نام حضرات صحابہ کرامؓ کے ناموں پر تجویز کر کے محبت صحابہ کا ثبوت ضرور فراہم کروں گا۔

بچوں کے یہ خوبصورت نام تجویز کرنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے اپنی کالج لائف کی بڑی عجیب داستان بیان کی وہ کہنے لگے کہ میں کالج لائف میں ڈگری کالج میں اے ٹی آئی کا ذمہ دار تھا اور اس وقت سپاہ صحابہ کا پورے ملک میں طوطی بولتا تھا مجھے سپاہ صحابہ سے سخت نفرت تھی کیونکہ مجھے بتلایا گیا کہ یہ لوگ انتہائی متشدد اور جارحانہ عزائم کے مالک ہیں اسی اثناء میں مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید ؒ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا جس کے خلاف ملک بھر کی طرح ہمارے شہر کے ایک اہم چوک کے اندر ایک احتجاجی پروگرام کا انعقاد کیا گیا اور میں اتفاقاً اس چوک کے قریب سے گزر رہا تھا جب مجھے معلوم ہوا کہ چوک کے اندر سپاہ صحابہ کے مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید ؒ کی شہادت کے خلاف احتجاج ہو رہا ہے تو میں اس نظریہ کے تحت جلسہ گاہ کی طرف بڑھنے لگا کہ آج سپاہ صحابہ والوں کی تلملاہٹ کا نظارہ کر کے اپنے دل کو تسکین فراہم کروں چنانچہ جب میں جلسہ گاہ میں داخل ہوا تو ایک نوجوان انتہائی گرجدار آواز میں اپنا دکھ بیان کر رہا تھا کہ آج ایک گروہ سرعام صحابہ کرام ؓ کو چوکوں میں ننگی گالیاں دیتا ہے

مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی جدوجہد سے وقت آگیا ہے کہ لوگوں کی کثیر تعداد صحابہ کرامؓ کے تذکرے سن کر اپنے ایمان کی تازگی اور روح کی بالیدگی کا سامان کرنا چاہتی ہے۔

جب ہم اس کی اس شیطنت کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں تو ہمیں اشتعال انگیز اور تخریب کار کہا جاتا ہے چنانچہ اس نوجوان نے کچھ کتابوں کے حوالہ جات کے ساتھ صحابہ کرام ؓ کے خلاف ننگی گالیوں کا بیان بھی کیا اس کی درد سے لبریز گفتگو نے میرے دل و دماغ پر کسی حد تک دستک بھی دی لیکن مجھے کسی کام کے سلسلہ میں جلدی تھی اور میں اپنے مقصد کی طرف روانہ ہو گیا اتفاق سے کچھ ہی ایام گزرے تھے کہ میں سرگودھا ریلوے اسٹیشن پر ٹرین کے انتظار میں کھڑا تھا کہ یکایک وہی نوجوان میرے سامنے سے گزرا میں نے اسے گہرائی کی نظروں سے دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی نوجوان ہے جو اپنا درد انتہائی دکھ بھرے انداز میں پیش کر رہا تھا میں فوراً اس کی طرف لپکا اور اس سے کفریہ عبارات والی کتابوں کی وضاحت چاہی تو اس نے کہا اب تو میں سفر پر جا رہا ہوں ورنہ آپ کو اپنے پاس موجود ان کتابوں کا مشاہدہ کرواتا اور کفریہ عبارات کا مطالعہ کراتا میں نے اس سے صرف ان کتابوں کے نام نوٹ کرانے کی استدعا کی تو اس نے چلتے چلتے مجھے چند کتابوں کے نام نوٹ کروائے اور ساتھ ہی تاکید کی کہ مولانا حق نواز شہید ؒ کی کیسٹیں حاصل کر کے ضرور سننے گا چنانچہ میں نے کافی تگ و دو کے بعد ان کتابوں کے حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی اور ان کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے اس نوجوان کے مشن اور دردکی صداقت کا یقین سا ہونے لگا مولانا حق نواز شہید ؒ نے جس اچھوتے انداز میں صحابہ کرام ؓ کا تذکرہ کیا میرے دل میں صحابہ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر گئی، دوسری طرف اس دور میں صحابہ کی مظلومیت پر دل خون کے آنسو رونے لگا، میری شادی کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا لیکن میں نے ارادہ کر لیا کہ اصحاب پیغمبر ﷺ کی عزت وحرمت کے لئے کوئی اور کردار ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں لیکن اپنے بچوں کے نام حضرات صحابہ کے ناموں پر تجویز کر کے محبت صحابہ کا ثبوت تو ضرور فراہم کروں گا جی ہاں یہ انہی حضرات کی قربانیوں اور شہادتوں کا نتیجہ ہے جنہوں نے عزیمت واستقامت کی پرخار راہوں کو اختیار کر کے اصحاب پیغمبر ﷺ کی مدح و توصیف کا حق ادا کر دیا، آج طعن و تشنیع کے دلدادہ و پروردہ عناصر کو یہ یقیناً نظر آتا ہے کہ انہوں نے قیمتی علماء کو شہید کروایا گیا ہاں اس قدر قیمتی جانیں قربان ہو گئیں لیکن شاید انکی نظریں اس امر کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں کہ انہی شہداء کے خون شہادت کی برکت سے حضرات صحابہ کی محبت کا انقلاب شروع ہو چکا ہے، صحابہ کے ناموں پر بچوں کے نام اس انقلاب کا پیش خیمہ ہے، جی کہ وہ نام جس سے بیگانے تو بیگانے بعض اپنے بھی بیزار نظر آتے تھے لیکن اب وہی نام معاویہ ؓ معاشرے میں ایک گونج پیدا کر چکا ہے جی ہاں نصرت خداوندی کو

باقی صفحہ نمبر ... پر

میری کہانی میری زبانی

ناصر عباس..........ترتیب: میاں ذوالفقار علی

میرے دادا قاسم حسین بھٹی کا شمار اپنے علاقہ کے بڑے زمینداروں میں ہوتا تھا، ان کے آباؤ اجداد پنڈی بھٹیاں کے دیہاتی علاقہ میں آباد تھے، جب انگریز نے برصغیر پر قبضہ کیا اس وقت میرے پردادا نے بہت زیادہ مزاحمت کی تھی، ہمارے آباؤ اجداد راجپوت بھٹی تھے ان ہی کی وجہ سے اس علاقے کو پنڈی بھٹیاں کہا جاتا ہے۔ میرے پردادا قیام پاکستان سے قبل یہ علاقہ چھوڑ کر تحصیل کبیر والا کے دیہاتی علاقے میں آباد ہو گئے تھے ہمارے پورے خاندان کا تعلق شیعہ مذہب سے تھا اہل بیت کی محبت ہمارا ایمان تھا اس کے ساتھ اہل بیت کے دشمنوں سے نفرت بھی ہماری ایمانیات کا حصہ تھی...... ہماری نماز اور روزے صرف مجلسیں پڑھنا اور سننا تھا گاؤں میں ایک بڑا امام باڑہ تھا جس کا متولی شاہ نواز تھا اردگرد کے علاقوں سے محرم کے دنوں میں 9 تا دس مکانیں (تعزیے) یہاں آتی تھیں، شیعہ مذہب کے اندر شاہ کی ش کو سلام ہوتا ہے اس لئے سارا سال مجلسیں پڑھنے والے پیروں اور ذاکروں کی مریدین کے گھروں کے اندر آمدورفت رہتی، ہماری عورتیں پیروں سے پردہ کرنا جرم سمجھتی تھیں، پیر ہمارے گھروں میں کئی کئی دن قیام کرتے یہ ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہوتی تھی...... جاہلیت اتنی زیادہ تھی کہ حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کو نوری مخلوق تصور کیا جاتا تھا جو پیر ہمارے گھر آتے وہ حضرت علیؓ کے قصے کہانیاں ایسے انداز سے بیان کرتے کہ بعض اوقات انہیں نبیوں سے زیادہ درجہ دے دیا جاتا، ایک ذاکر نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ "علی کی ولایت کے اقرار کے بغیر کسی نبی کو بھی نبوت نہیں ملی" اس دوران ہمارے گاؤں میں تونسہ سے ایک عالم دین ان کا نام مولانا عبدالرزاق تھا وہ آ کر آباد ہو گئے، انہوں نے ہمارے گاؤں میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور شیعہ مذہب کے خلاف باتیں شروع کر دیں جس سے پورے علاقے میں کہرام مچ گیا، انہوں نے علاقے کے کچھ معزز لوگوں کو بھی ساتھ ملا لیا، میرے دادا چونکہ پنچایتی آدمی تھے لوگ اپنے ذاتی جھگڑوں میں انہیں ثالث بناتے تھے، مولوی عبدالرزاق نے میرے دادا سے بات کی، انہیں قائل کر لیا کہ ان کے جلسہ میں شریک ہوں، یہ غالباً 1987ء کی بات تھی کہ جھنگ شہر سے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ تقریر کے لئے ہمارے گاؤں آئے، مولانا جھنگوی شہیدؒ نے اپنی تقریر میں ایک نئی بات کر دی کہ "حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کے داماد تھے۔" یہ بات میرے دادا سے برداشت نہ ہو سکی وہ مولانا حق نواز جھنگویؒ کی تقریر کے دوران ہی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا، پاک لوگوں کا نکاح ناپاک لوگوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا، سیاہ تی ہیں اور وہ پاک لوگ ہیں اہمیوں کا نکاح پاک لوگوں کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟ علی (ؓ) کا نکاح کسی انسان نے نہیں پڑھایا تھا بلکہ علی (ؓ) نے اپنا نکاح خود پڑھا تھا۔ کسی امتی کو اختیار نہیں تھا کہ وہ علی (ؓ) کا نکاح پڑھا سکتا، "علی امام ہے امامت کا درجہ نبوت سے زیادہ ہے۔" علیؓ اور علیؓ کی اولاد نوری مخلوق ہے، اور نوری لڑکی کی شادی خاکی مرد کے ساتھ کیسے ہو سکتی ہے؟

میرے دادا پر مولانا حق نواز جھنگویؒ کی باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اسی مجلس میں شیعہ مذہب چھوڑ کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا سارے رشتہ داروں نے ان کی پیروی کی۔

☆☆☆☆

یہ بات کہنے کی دیر تھی کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ طیش میں آ گئے انہوں نے فرمایا "او بابا عمرؓ نوں دھی علی نے دتی ہائی یا تساں دتی ہائی" (اے بابا عمرؓ کو بیٹی علی نے دی تھی یا آپ نے دی تھی) ان الفاظ میں اتنا جوش اور دبدبہ تھا کہ میرا دادا جو علاقے کا چوہدری تھا فوراً خاموش ہو گیا، میرے دادا پر ان کلمات نے اتنا اثر کیا کہ تقریر کے بعد وہ مولانا سے ملنے کے لئے ٹھہر گیا، یہ 6 محرم کا دن تھا، محرم کی تمام رسومات تعزیہ، گھوڑا، پنگوڑا، مکانیاں سب عروج پر تھیں، مولانا حق نواز جھنگویؒ نے چند الفاظ میں ہی میرے دادا جان کی تسلی کروا دی تھی، انہوں نے اسی مجلس میں شیعہ مذہب چھوڑ کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا میرے دادا کا نام قاسم حسین تھا، مولانا حق نواز جھنگویؒ نے میرے دادا کا نام محمد قاسم رکھ دیا، میرے دادا گھر آئے، خاندان کے سب لوگوں کو اکٹھا کیا کہ:

"آج فیصلہ ہو گیا ہے کہ آئندہ کبھی چارپائیاں الٹی نہیں کی جائیں گی۔"

محرم کے تعزیے جلوس اور ماتم سب بند کر دیئے ہیں، جب حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ میں کوئی دشمنی نہیں تو پھر ہم کیوں یہ گناہ اپنے سر لیتے ہیں۔ میرے دادا کے فیصلے کو میرے چچاؤں نے فوراً تسلیم کر لیا...... میرے والد سب سے بڑے تھے ان سے چھوٹے تین بھائی ہیں ہم خود 14 بہن بھائی تھے اس فیصلے کے بعد پورے علاقے کے مسلمان خوشیاں منانے لگے اور شیعہ قوم افسردہ ہو گئی، انہوں نے پیش گوئیاں شروع کر دیں کہ اس خاندان پر غازی عباس کی پھٹ پڑ جائے گی، پھر اسی طرح ہوا کہ میرے چودہ بہن بھائیوں میں یکے بعد دیگرے اموات شروع ہو گئیں چند ہی ماہ کے اندر ہم صرف دو بہن بھائی رہ گئے، میرے دادا چونکہ بہت مضبوط اعصاب کے مالک تھے، انہوں نے اسے خدائی فیصلہ سمجھا اور مجھے دینی تعلیم دلوانے کا فیصلہ کر لیا، اس دوران مولوی عبدالرزاق بھی فوت ہو چکے تھے، ان کے صاحبزادے نے مدرسہ اور مسجد کا نظام سنبھال لیا، میرے والد مجھے مولانا عبدالستار تونسوی کے پاس لے گئے، جو اس وقت بہت بڑے سنی مناظر تھے، انہوں نے مجھ سے بہت پیار کیا جب میرے سر پر ہاتھ پھیرا تو زخموں کے نشان دیکھ کر چونک گئے میں نے بتایا کہ میں چھریوں سے ماتم کرتا تھا جس کی وجہ سے میرے سر پر بھی چھریوں کے نشان موجود ہیں، انہوں نے فرمایا کہ یہ سر کے نشان اتنے منحوس ہیں کہ یہ لڑکا قرآن پاک حفظ نہیں کر سکے گا البتہ یہ کتابیں پڑھ کر عالم بن سکتا ہے، ان کی یہ بات ایسے پوری ہوئی کہ میں چھ سال کی مسلسل محنت کے باوجود قرآن پاک حفظ نہ کر سکا، پھر میں نے اپنے گاؤں میں ابتدائی کتب پڑھیں، دارالعلوم کبیر والا سے حضرت الاخر تقوی کی مسجد سے، رابعہ جامعہ اسلامیہ فیصل آباد سے بخاری شریف کی آخری حدیث مولانا سرفراز صفدر، مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا حسن جان، ڈاکٹر شیر علی سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا، ہمارا پورا خاندان شیر اسلام مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کا یہ احسان قیامت تک نہیں بھلا سکے گا جن کو اللہ پاک نے ہمارے پورے خاندان کی ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا، اب اللہ کے فضل و کرم سے اپنی 21 نسلوں میں سے صرف میں ہی عالم دین ہوں اور میری اولاد سب اللہ کے فضل و کرم سے علم دین حاصل کر کے مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے لئے صدقہ جاریہ کا کردار ادا کرتی رہے گی۔

پورے خاندان کو اکٹھا کر کے میرے دادا نے کہا جب علیؓ اور دوسرے صحابہ میں کوئی دشمنی نہ تھی تو پھر ہم کیوں دشمنی ظاہر کر کے یہ گناہ اپنے سر لیتے ہیں آج کے بعد کبھی چارپائیاں الٹی نہیں کی جائیں گی۔

جانباز ٹورز



سستا ترین پیکج

آؤ عمرہ کریں!

آپ کی خدمت

ہمارا نصب العین

زیارت حرمین شریفین

عشق و محبت سے بھرپور ہر شخص بیت اللہ و روضہ اقدس کی زیارت کی تمنا رکھتا ہے

عمرہ کرنے والے خوش نصیب خواتین و حضرات کے لئے **جانباز ٹورز**

تمام سفری سہولیات (ٹرانسپورٹ، رہائش، کھانا) مکمل رہنمائی مہیا کرتا ہے

علاوہ ازیں

جانباز ٹوورز دنیا بھر میں سفری سہولیات مہیا کرتا ہے

دنیا بھر کے تمام ممالک کی ٹکٹیں دستیاب ہیں۔

نیز عمرہ ادا کرنے کی تربیت کا انتظام بھی ہے

حاجی محمد طیب، قاسم مدنی

Mob:0300-7617996/0321-7940896
041-3423396 Fax:+92-413425396
Jtpsmi@yahoo.com

جانباز ٹورز گوجرہ روڈ بالمقابل دفتر ڈی ایس پی سمندری

آپ کی پریشانیوں کا روحانی حل

مرتبہ: قاری عمر فاروق 0302-5034802

قرآن پاک کی آیات مبارکہ اور احادیث پر مبنی عملیات کی تاثیر اور ان سے روحانی وجسمانی علاج میں استفادہ ایسی محسوس اور روزمرہ کے مشاہدے میں آنے والی چیز ہے جس سے انکار ناممکن ہے خود قرآن نے دو مقامات سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۲ اور سورۃ یونس آیت نمبر ۵۷ پر اپنے آپ کو شفا کہا ہے۔ بلاشبہ اصل شفا بخشنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ لیکن دنیا چونکہ اسباب کے ذریعے چل رہی ہے جس طرح دیگر مختلف نسخوں اور ادویات میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے اسی طرح مختلف عملیات میں بھی یہ تاثیر اسباب کے درجے میں موجود ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث میں دم کرنا اور دوسروں کو اجازت دینا ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا معمول نقل فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ بیمار ہوتے تو سورۃ الفلق، سورۃ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیتے تھے، جب آخری دنوں میں تکلیف بڑھ گئی تو میں خود آپ ﷺ پر یہ سورتیں پڑھا کرتی۔ (صحیح مسلم) روحانی وظائف تب فائدہ دیتے ہیں جب انہیں شرائط کے مطابق پڑھا جائے وظائف کی شرائط میں سے اہم اور بنیادی شرائط یہ ہیں آدمی کا عقیدہ صحیح ہو نماز پانچ وقت ادا کرے، گناہوں سے پرہیز کرے، حرام حلال کی تمیز کرے، یقین کے ساتھ عمل کرے، پاک جگہ اور پاک لباس کا اہتمام کرے، جو ان شرائط کو پورا کرے اس کو میری طرف سے انعام خلافت راشدہ میں دیے جانے والے وظائف وعملیات کی مکمل اجازت ہے جتنے اعمال و وظائف لکھے جائیں گے مجھے ان تمام کی اجازت استاذ العالمین حضرت مولانا پیر خطیب الرحمٰن نقشبندی اور مختلف صحیح العقیدہ بزرگوں سے حاصل ہے۔ اب وظائف وعملیات پیش کئے جاتے ہیں۔

سر درد کے لئے:

سورۃ فاتحہ کو سر درد کے لئے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں اول وآخر درود شریف اور دم کریں۔

بخار کے لئے:

سورۃ فاتحہ کو سات بار پانی پر دم کر کے پلائیں اور ایسا تین مرتبہ کریں۔ کسی بھی مشکل کے حل کے لئے اکتالیس بار پڑھیں، اگر میاں بیوی میں محبت نہ ہو تو اکیس بار کسی میٹھی چیز پر دم کر کے کھلائیں، اول وآخر درود شریف ہر کام کے ساتھ پڑھیں انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

جادو اور جنوں کے اثرات زائل کرنے کے لئے:

جادو اور جنوں کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے سورۃ البقرۃ اور آل عمران کا پڑھنا بہت مفید ہے۔

گناہوں سے نفرت پیدا کرنے کے لئے:

سورۃ النساء کی کثرت کے ساتھ تلاوت سے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، اگر کوئی کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو تو اول وآخر درود شریف گیارہ مرتبہ پڑھے اور درمیان میں اسی سورت کو تین مرتبہ پڑھے اور پانی پر دم کر کے پی لے انشاء اللہ نیک وصالح ہو جائے گا۔

گھر سے فاقہ کشی دور کرنے کے لئے:

اگر کوئی شخص باوضو اکتالیس مرتبہ سورۃ المائدۃ کو پڑھے تو اس کے گھر والے فاقہ سے محفوظ رہیں گے اور اس کی کثرت کے ساتھ تلاوت کرنے والا لوگوں کی نظر میں معزز بن جاتا ہے۔

عمومی مشکلات کے حل کے لئے:

جو شخص سورۃ الانعام کو اکتالیس مرتبہ پڑھے تو انشاء اللہ ہر مشکل حل ہوگی۔ ہر مقصد میں کامیابی ہوگی۔

ہر مشکل کا حل:

ہر مشکل میں سورۃ ہود کی تلاوت بہت زیادہ فائدہ مند ہے اس کے پڑھنے سے دشمن مغلوب رہتا ہے۔

عہدے پر بحالی کے لئے:

ہر قسم کی حاجت اور ضرورت کے لئے سورۃ یوسف کی تلاوت نہایت اہم ہے اگر کوئی شخص اپنے عہدے سے معزول ہو گیا ہو تو اور نوکری سے نکال دیا گیا ہو تو اس کی کثرت سے تلاوت کرے انشاء اللہ اپنے عہدے پر بحال ہو جائے گا۔

حافظ قرآن پاک کے لئے:

اگر کوئی قرآن پاک کو حفظ کرنا چاہے تو سب سے پہلے سورۃ یوسف کو یاد کرے انشاء اللہ قرآن پاک نہایت آسانی سے حفظ ہو جائے گا۔

بچے کو چپ کرانا:

اگر بچہ کثرت سے روتا ہو تو اس پر سورۃ رعد دم کرنے سے بچہ ہشاش بشاش ہو جائے گا۔

آنکھ کی تکلیف اور درد کا حل:

اگر کوئی باوضو عرق گلاب اور زعفران سے سورۃ الاعراف کو پاک کاغذ پر لکھے اور اپنے پاس رکھے تو انشاء اللہ آنکھ کی تکلیف اور آنکھ کے زخم سے صحت یاب ہوگا۔

بے گناہ قیدی کی رہائی کے لئے:

اگر کوئی بے گناہ قید ہو گیا ہو تو سورۃ الانفال کی روزانہ تلاوت کرے انشاء اللہ جلد رہائی ہو جائے گی جو کثرت کے ساتھ اس کی تلاوت کرے گا وہ ہمیشہ کامیاب ہوگا اور دشمنوں پر اس کی ہیبت طاری ہوگی۔

دشمن پر غلبہ پانے کے لئے:

دشمن پر غلبہ پانے اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے سورۃ یونس کی تلاوت بہت زیادہ فائدہ مند ہے اس کی کثرت سے تلاوت آدمی کو فتح سے ہمکنار کر دیتی ہے۔

یاد رہے کہ!

دشمنوں کے متعلق تمام اعمال کی اجازت جماعتی معاملات کے لئے ہے ذاتی معاملات کے لئے نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

شہید ناموس صحابہ، حجۃ الاسلام و المسلمین، قائد اہلسنت، جانشین جھنگوی و فاروقی شہید

مناظر اسلام

حضرت علامہ مولانا علی شیر حیدری شہید

دینی و مذہبی خدمات پر خراج تحسین پیش کرنے کیلئے

انشاء اللہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے

سالانہ امام اہلسنت کانفرنس

خلیفہ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب

قائد اہلسنت، جانشین قائدین شہداء ناموس صحابہ

علامہ مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب

صدر اہلسنت والجماعت پاکستان

بمطابق ربیع الاول ۱۴۳۲ھ کا آخری

4 مارچ 2011 بروز جمعۃ المبارک

بمقام جامعہ حیدریہ لقمان خیرپور سندھ

جسمیں

ملک کے نامور سیاسی دینی و مذہبی قائدین و رہنما، مشائخ عظام علماء کرام وکلاء طلباء قراء و شعراء کرام

خطاب فرمائینگے ان شاء اللہ

جملہ اہل اسلام سے شرکت کی اپیل کی جاتی ہے

منجانب

اہلسنت والجماعت پاکستان

رابطہ نمبر

0300-8636377	0300-3116704
0300-3117664	0300-6890713
0300-9604482	0300-6824566
0300-8110086	0343-8034817
0300-2343166	0320-9405796